اجلاس صد سالہ کے بعد

"دار العلوم دیوبند" میں پیش آمدہ افسوسناک حوادث و واقعات کی

صحیح اور مفصّل رپورٹ!

جو حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے
مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۱/۱۲ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں پیش فرمائی!

شائع کردہ

دفتر اہتمام دار العلوم دیوبند

دلشاد دیوبند

فہرست عنوانات

پیش لفظ

ماہ رجب ۱۴۰۰ھ سے دارالعلوم دیوبند میں جن افسوسناک اور المناک واقعات کا سلسلہ جاری ہے وہ نہ صرف تاہنوز جاری ہی ہے بلکہ درمیان میں کچھ ایسے سنگین حادثات بھی فتنہ پروروں کی طرف سے برپا کئے گئے کہ جن سے دارالعلوم جیسے مسلّمہ علمی اور دینی مرکز کی نیک نامی پر بھی حرف آیا لیکن اس کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس مرکز کے نظم و امن کو ایسی باتوں سے تہہ وبالا اور اس کی وفا شعار شخصیتوں کو بدنام کیا گیا اور کیا جارہا ہے کہ جن میں صداقت و اصلیت کا ادنیٰ سا شائبہ تک نہیں ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ ادارہ اور شخصیاتِ ادارہ کی آبرو کو کھیل بنانے والوں میں کچھ وہ سرکش طلبہ ہیں کہ جو ابھی مادرِ علمی کی آغوشِ پرورش ہی میں تھے اور کچھ وہ اساتذہ ہیں کہ جن پر ادارہ کی عزت و عظمت کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ۱۲ ربیع ۱۴۰۱ھ کو منعقد ہونے والی مجلس شوریٰ میں ان پیش آمدہ حوادث و واقعات کا پس منظر اور جملہ تفصیلات کو ایک مفصل رپورٹ کی صورت میں پیش کیا گیا، جسے معزز ارکینِ شوریٰ نے ہمہ تن گوش بنکر پوری توجہ اور دردمندی کے ساتھ سُنا اور اسکی

اہمیت کو محسوس کیا، اس کے بعد مجلس نے جملہ امور کو پیش نظر رکھکر جو تجاویز پاس کیں، ان کے مطابق ممتاز طریق پر فتنہ انگیزی کرنے والے جن ۴۸ طلبہ کا اخراج کیا گیا انکے بارے میں انتظامیہ کی تمام کارروائی کو مجلس نے حق بجانب قرار دیا، اور انتظامیہ کے اس فیصلے کی تصدیق و توثیق کی کہ مخرج طلبہ میں سے جن کی روش پر انتظامیہ مطمئن ہوگا، انکو انتظامیہ ہی اپنی صوابدید پر دوبارہ داخلہ دینے کا مجاز ہوگا، اس بارے میں اس پروپیگنڈے کی کوئی اصلیت نہیں ہے کہ سہ ماہی کے بعد تمام مخرجین کو داخل کر لیا جائے گا۔

پھر مجلس شوریٰ نے انتظامیہ کو اس ہنگامہ آرائی میں شریک اساتذہ سے جواب طلب کرنے کا بھی مکلف قرار دیا ہے۔

اجلاس صد سالہ سے متعلق پیشکردہ حسابات کو مجلس شوریٰ منعقدہ ماہ رجب سنہ ۱۴۰۱ھ درست قرار دیکر بصورت تجویز انکی توثیق کر چکی ہے اسلئے مخالفین کیجانب سے حسابات کے نادرست ہونے کا پروپیگنڈہ دارالعلوم کے خلاف انکے دوسرے پروپیگنڈوں کی طرح ہر صداقت و سچائی سے یکسر خالی ہے، لیکن مجلس شوریٰ نے اپنی توثیق کے باوجود صرف حسابات کے بارے میں مخالفین کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیوں کی حقیقت واشگاف کرنے کیلئے ایک کمیٹی بھی بنادی ہے جسے اخبار الجمعیۃ نے صدر جمعیۃ علماء کی جانب منسوب بیان میں "کمیشن" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جو نہ صرف اصطلاحاً غلط ہی ہے بلکہ دارالعلوم کے وقار کو مجروح کرنے کیلئے انتہائی افسوسناک تلبیس بھی ہے۔ نظم و امن اور تعلیم و تدریس کو ان شورشوں اور سازشوں سے بچانیوالی محترم شخصیات

دارالعلوم اور ادارۂ دارالعلوم کے برخلاف مخالف گروہ کیجانب سے حق وصداقت سے یکسر خالی تحریری، تقریری، اخباری اور اشتہاری پروپیگنڈے اور غلط بیانیوں اور افسوسناک حوادث کا تسلسل بہی خواہان دارالعلوم میں صحیح حقائق کا علم نہ ہونیکی وجہ سے بہت سے شکوک وشبہات کا باعث بناہوا ہے جس کیلئے ملک وبیرون ملک سے وابستگان دارالعلوم کا سلسلۂ مراسلت بھی جاری ہے مجلس شوریٰ میں پیشکردہ اس مفصل رپورٹ کی اشاعت ان غلط فہمیوں کو دور کرنیکے لئے بھی ضروری سمجھی گئی کہ جن سے دارالعلوم کی نیک نامی پر حرف آسکتا ہے اور ان محبین ومخلصین دارالعلوم کو صحیح احوال سے مطلع کرنا بھی اس کی اشاعت کا اہم مقصد ہے جو دارالعلوم کے برخلاف مخالفین کے غلط اور بے اصل پروپیگنڈوں کیوجہ سے تشویش وبے چینی سے دوچار ہیں یقین ہے کہ یہ رپورٹ مختلف طریقوں سے پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا مکمل تدارک اور سدباب ثابت ہوگی۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(حضرت مولانا) محمد طیب (صاحب مدظلہ)

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

۱۴؍ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

❊

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رپورٹ مشتمل بر واقعات متعلقہ ہنگامہ و شورش

پیش آمدہ ۱۹ رمئی ۱۹۸۰ء تا اکتوبر ۱۹۸۰ء

الحمد للہ وسلام علے عبادہ الذین اصطفیٰ۔

یہ ایک واقعاتی رپورٹ ہے، جس میں سلسلۂ واقعات کا ذکر کر دیا گیا ہے تمام جزئیات کا استقصا نہیں کیا گیا ہے، صرف ان جزئیات سے تعرض کیا گیا ہے جو سلسلہ کے ضمن میں آگئی ہیں۔ اس میں کچھ مشاہدات اپنے ہیں کچھ دوسرے کے کچھ اساتذہ یا ثقہ لوگوں کی خبریں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسی خبروں میں خبر دہندوں کے کچھ مبالغے بھی شامل ہوں جو فتنۂ عمیا کے ہجوم میں ممکن ہوتے ہیں لیکن اصلیت سے خالی نہیں۔ کیونکہ ہنگامہ روز بروز شدید اور منظم ہوتا رہا اور یہ خبریں واقعات کی صورت سے سامنے آتی رہیں جو اس کی دلیل ہے کہ خبریں بے اصل نہ تھیں۔ اسی کے ساتھ جن حضرات سے جواب طلب کئے گئے ان کے جوابات کا حاصل یہ ہے کہ وہ اشتعال دبانے کی سعی کرتے رہے لیکن یہ اس لئے محلِ تأمل ہے کہ جب طلبہ ان کی بالکل نہ سنتے تھے۔

اور فتنہ بڑھتا رہتا تھا، تو انھیں ایسے طلبہ سے بیزاری کا اظہار کر کے اُنسے یکسو ہوجانا چاہیئے تھا لیکن بجائے اس کے کہ یہ حضرات اُن سے الگ ہوتے برابر ان کے جلسوں میں شریک بھی ہوتے رہے اور ان کی حمایت پر بھی کمر بستہ رہے اس لئے مجموعی حیثیت سے اتنی بات بہرحال شاہد ہے کہ فتنہ اور ہنگامہ شدید ہوا جس میں قولاً و فعلاً ان کی شرکت ہوتی رہی اور ہنگامہ روز بروز شدّت ہی اختیار کرتا رہا جس میں ہنگامہ پسندوں نے کسی بڑے چھوٹے کا امتیاز کئے بغیر سب ہی کی اہانت میں کسر اٹھا نہیں رکھی، خواہ وہ اساتذہ ہوں، نظم کے ذمہ دار ہوں یا ان کا کوئی حمایتی اور ہمنوا ہو، جس سے دارالعلوم بدنام بھی ہوا اور اجلاس صد سالہ سے ادارہ کی جو عالمی عظمت سامنے آئی تھی وہ پامال ہوگئی۔

ہنگامہ آرائی کی حقیقی بنیاد

اجلاس کی کامیابی کی خوشی اُبھرنے بھی نہ پائی تھی کہ غم و الم اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جس کا سرچشمہ "مؤتمر فضلائے دیوبند" کا قیام تھا جس سے یہ سارے ہنگامے اُبھرے۔ اوّل تو یہ تنظیم ہی بایں صورت سخت مضرت رساں تھی جو فضلائے دیوبند کے نام پر قائم کی گئی درحالیکہ نہ ذمہ دارانِ ادارہ کو اطلاع نہ خبر، چہ جائیکہ ان سے مشورہ اور تبادلۂ خیال و فکر ہوتا۔ اس لئے یہ تنظیم بانتساب دارالعلوم تلبیس آمیز طریقے سے خود دارالعلوم کی تخریبکاری کا باعث بنی۔ اس لئے اجلاس کے بعد متصلاً اس کی اطلاع ہوتے ہی میں نے

مولانا اسعد صاحب کو خط لکھا کہ یہ اقدام نہایت نامناسب ہوا ہے، اس سے جماعت میں تفریق کا اندیشہ ہے جو ایک مستقل فتنہ اور موجبِ اختلاف ونزاع ثابت ہوگا۔ آپ لوگوں کو اگر یہ کام کرنا ہے تو دارالعلوم کی تنظیم سے وابستہ ہو کر کریں۔ ورنہ اس سے جو اختلال رونما ہوگا وہ پوری جماعت کی ساکھ اور وحدت اکھاڑ کر رکھ دے گا۔

چنانچہ یہ اندیشے واقعے بن کر سامنے آگئے جس میں نہ موجودین کو چھوڑا گیا نہ مرحومین کو، جس سے مؤتمر فضلاء کے اندرونی ارادے کھل کر سامنے آگئے کہ اس کا موضوع خاص اغراض کے تحت ادارہ کے نظام کو مختل بنانا اور اس کے موجودہ نظام سے لوگوں کو بدظن کر کے کوئی اپنا من مانا نظام قائم کرنا ہے۔

مخالفین مسلک کی ہنگاموں میں شرکت اور دارالعلوم کی بدنامی۔

چنانچہ وہ عالمی اتحاد جو اس اجلاس کا ثمرہ تھا کیا رونما ہوتا، خود گھر ہی میں تفریق برپا ہو گئی، کچھ اساتذہ اِدھر کچھ اُدھر، کچھ طلبہ اس طرف، کچھ دوسری طرف، کچھ ملازمینِ دفاتر ایک جانب کچھ دوسری جانب، اور ان میں رسہ کشی مزید برآں، کچھ اس میں اُن طلبہ کی بھی بن آئی جو مخفی طور پر مسلکاً بھی دارالعلوم کے طرزِ فکر سے بیگانہ تھے، مگر نفاق سے اس مسلکی عداوت کو چھپائے

ہوئے تھے، انھوں نے نہ صرف ادارہ کے نظم ہی کو بدنام کیا بلکہ ادارہ کے عقیدۂ و مسلک کو بھی نشانہ بنایا اور دارالعلوم کی اصلاحی اور علمی تقریروں پر تحریف قرآن وحدیث تک کے مطاعن چسپاں کئے اور تضحیک کا شیوہ اختیار کیا۔ اساتذہ اور مدرسین کے دین و دیانت اور ان کے دینی فہم کو بھی مشکوک ٹھیرایا، چنانچہ یہ قرائن بھی واقعات کی صورت میں نمایاں ہوگئے، جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ بیرونی تنظیم کے اثرات کے تحت اس ادارہ میں نہ صحیح علم ہی باقی رہا ہے، نہ نظم دین، نہ فقہ دین، جس سے اس فتنے کے ذریعہ دارالعلوم کی بدنامی اور رسوائی ملک گیر ہوگئی اور پورے ملک میں بے چینی پھیل گئی، معاندین اور مخالفینِ دارالعلوم کو بغلیں بجانے کے مواقع بسہولت ہاتھ آگئے، بعض مخالف اور بدعت پسند اخبارات نے یہ سُرخیاں قائم کیں کہ " دو شیطانوں کی لڑائی " بعض غیر مسلم اخبارات، جیسے "ہند سماچار" نے ملک کے سارے ہنگاموں کا رشتہ اجلاس صد سالہ اور ان فتنوں سے جوڑ دیا کہ " یہ ایک نئے پاکستان بنوانے کا پر داز ہے جو دارالعلوم نے ڈالا ہے۔"

بہرحال اس فتنہ نے ادارہ کا سارا نظام معطل کر دیا، تعلیم، امتحان اور شوریٰ کا نظم درہم برہم ہوگیا اور ہمہ وقت ذہنی کوفت اور بے چینی نقدِ وقت ہوگئی، اس لئے ضرورت تھی کہ ہنگامہ اور ہنگامہ پسندوں سے متعلق واقعات کا تذکرہ مجلس میں کر دیا جائے، اگرچہ اس میں کچھ طوالت بھی ہو جائے، تاکہ آنے والے دَور میں اس قسم کی ہنگامہ آرائیوں اور ہنگامہ پروروں سے ادارہ کے تحفظ اور برقرارئ نظم کی صورتوں پر غور کیا جاسکے۔

معاونین نظم اور انکا ہمہ جہت تعاون

اس سلسلے میں ہم جیسے ضعفاء سے جو کچھ بن پڑا اس کے کرنے میں کمی نہیں کی گئی، اور یہ امر واقعہ ہے کہ شاید عمر بھر اس قسم کے صدمات دلوں پر نہیں پڑے تھے جو ان تین چار ماہ میں سر پڑ گئے۔ مگر اس کے ساتھ ادارہ ہی کی بقاء پر ایک کے پیش نظر رہی اس میں خصوصیت سے جن حضرات کا ہمہ وقت فکری، عملی، قلمی اور لسانی تعاون غیر معمولی طور پر شامل حال رہا وہ مولانا محمد سالم صاحب مولانا انظر شاہ صاحب اور مولانا محمد عثمان صاحب ہیں جنھیں فتنوں کے حلقے سے "سالم ظالم" اور "انظر بے نظر" وغیرہ کے خطابات پوسٹروں میں دیئے جاتے رہے، بقیہ حضرات اساتذہ اور نظمائے دارالاقامہ وغیرہ نے بھی انتھک سعی و جانفشانی سے کام لیا، اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنی طاقت و ہمت سے بڑھکر کام کیا۔

شوال سے لیکر آج تک تقریباً روزانہ ہی دارالمشورہ میں ان حضرات کے جمع ہونے کا معمول رہا اور ہر چیز باہمی مشورہ سے طے پاتی رہی جس سے مدرسہ بھی وقت پر کھلا اور تعلیم شروع ہوئی اور فتنے سے ظاہری تسکین کچھ سامنے آئی گو اُس کی جڑیں بدستور قائم ہیں اور آئندہ کے خطرات بھی مسدود نہیں ہیں، نظر حق تعالےٰ پر ہے اُنھوں نے ہی پہلے بھی اس پاک نہاد ادارہ کی حفاظت غیب سے فرمائی ہے، وہی آیندہ بھی حفاظت فرمانے والے ہیں۔

وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

تنظیم دارالعلوم اور متوازی تنظیم کی آویزشیں حضرات اراکین مجلس شوریٰ کے علم میں ہیں، گذشتہ مجلس شوریٰ کے موقع پر مفاہمت کی راہ تلاش کی گئی تھی جسے طلبہ کے ہنگامے نے درہم برہم کردیا، ۲۵ رجب ۱۴۰۱ھ کا یہ شرمناک ہنگامہ آپ حضرات کے سامنے ہی ہوا مگر اس کے پس منظر اور بعد کے واقعات پر بھی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

متوازی تنظیم کے پیدا کردہ فتنے کا دارالعلوم میں داخلہ۔

جب سے متوازی تنظیم قائم کی جاچکی تو دارالعلوم کے پُرسکون ماحول کو آمادۂ فساد بنانے کے لئے منظم کوشش کا آغاز کردیا گیا چنانچہ "نسیم فاروقی" جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ تھا اور سند وغیرہ بھی لے چکا تھا اور شعبۂ کتابت سے طویل غیر حاضری کی بنا پر اس کا نام خارج ہوگیا تھا، اس نے ایک منصوبہ بند پروگرام کا آغاز کیا جو یقیناً بلا کسی شہ کے نہیں بن سکتا تھا۔ یہ دارالعلوم کے طلبہ سے مسلسل ملنے لگا، یہ چونکہ مدنی دارالمطالعہ کا معتمد بھی تھا جو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح کی یادگار کے طور پر قائم کیا گیا ہے اور جس کے سرپرست مولانا اسعد صاحب ہیں۔ اس دارالمطالعہ میں طلبۂ دارالعلوم کو کتابیں تقسیم کرنے کا کام اسی سے متعلق تھا۔ اس بنا پر طلبہ کی بھی عام آمد و رفت اس کے پاس تھی، اس نے طلبۂ دارالعلوم میں ہنگامہ آرائی کے لئے متواتر گفتگو

شروع کردی، اسی دوران مولانا وحید الزماں صاحب نے بھی اپنے اسباق میں انتظامیہ پر شدید ناگوار لب و لہجے میں تبصرے شروع کر دیئے، مولوی عبدالخالق مدارسی اس مہم میں ان کے شریک کار تھے اور مولوی ریاست علی صاحب بھی خفیہ حصہ لے رہے تھے، مولانا معراج الحق صاحب اور مولوی سعید احمد صاحب پالن پوری بھی ہنگامہ کے لئے فضا بنانے میں مددگار بنے رہے، گو ان کا بیان ہے کہ وہ شورش کو فرو کرنے میں مصروف رہے مگر ان حضرات کا ایسے شورش پسندوں سے علیحدہ نہ ہونے اور بیزاری کا اظہار نہ کرنے سے ان بیانات کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی۔

منصوبہ بند فتنے کا آغاز

۱۹ر مئی ۱۹۸۰ء کو مولوی عبدالحق صاحب پیشکار اہتمام کی پوتی کی شادی تھی، عموماً ایسے مواقع پر دارالعلوم کے ملازمین مہمان خانہ میں بارات کے قیام کیلئے سہولتیں طلب کرتے رہے ہیں، سابق میں حضرت مولانا فخرالحسن صاحبؒ کی پوتیوں کی شادی میں اُن کے مہمان بھی مہمانخانے میں ہی مقیم ہوئے، جیسے دارالعلوم کی کار بھی کسی حادثے کے موقع پر یا شدید بیماری کے وقت کسی طالب علم یا ملازم کے مریض کو دیوبند سے باہر منتقل کرنے کے لئے استعمال میں آتی رہی مہمان خانہ میں یہ توسع رہا بلکہ وقتاً فوقتاً طلبہ اپنے اعزا و اقارب کو بھی مہمانخانہ میں باجازت اہتمام ٹھیراتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا بارات دیوبند ہی کی تھی۔ اور صرف نکاح مہمانخانہ میں ہونا تھا۔

جس میں بہت سے اساتذۂ دارالعلوم وکارکنان دفاتر بھی شریک تھے، مولوی عبدالحق صاحب کے کچھ اعزا، واقارب اور مہمان جو مختلف جگہوں سے تقریب میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے وہ بھی مہمان خانے میں مقیم تھے، دیوبند میں بارات کے ساتھ عموماً ڈھیڑوں کا رواج ہے، معزز گھرانوں بلکہ پابند شریعت خانوادوں میں بھی یہ رواج جاری ہے، بارات عصر مغرب کے مابین مہمان خانے کے قریبی محلے سے مہمان خانے میں پہنچی اس کے ساتھ صرف ڈھیڑہ تھا، مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے گھر اور مہمانخانہ کیلئے بجلی کا انتظام ذاتی طور پر ایک چھوٹا جنریٹر کرائے پر لیکر کیا تھا نیز فرش اور شامیانے کا بندوبست بھی کرائے پر کیا تھا۔ کیوں کہ اس زمانہ میں بجلی کا نظام بہت ناقص چل رہا تھا۔

بجلی کے ناقص نظام کے نام پر اشتعال انگیزی

بعد مغرب مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری کے یہاں سبق تھا اس وقت بجلی موجود نہ تھی، لیکن کچھ دیر بعد بجلی غائب ہوگئی تو دارالعلوم کی ہدایت کے مطابق جنریٹر چلا دیا گیا لیکن جب جنریٹر چلتا ہے تو بجلی دو چار منٹ کے وقفے سے پہنچتی ہے، مولوی سعید احمد صاحب نے بجلی کے غائب ہونے کے ساتھ ہی طلبہ کے سامنے ایک تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا کہ مولوی عبدالحق صاحب کی پوتی کی شادی کے لئے تو جنریٹر چلایا جاتا ہے اور درسگاہوں میں بجلی کا انتظام نہیں کیا جاتا اور طلبہ کو مزید مشتعل کرنے کے لئے سبق فوراً بند کر دیا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ آئندہ میں اس وقت تک سبق نہیں پڑھاؤں گا جب تک بجلی کے نظم

کے اطمینان بخش ہونے کی ضمانت مجھے نہ دی جائے، موصوف اپنی ابتدائی مدرسی کے زمانے میں بھی دارالعلوم کو ایک شدید ہنگامے میں مبتلا کر چکے ہیں اور اپنی ذاتی لڑائی کو دارالعلوم میں داخل کر کے طلبہ کو استعمال کیا، جس سے دارالعلوم کے لئے پریشانی کا ایک بڑا مسئلہ کھڑا ہوگیا، اور گجراتی طلبہ مشتعل ہوگئے، نیز زمانۂ طالب علمی میں بھی انھوں نے درجۂ دینیات کے ایک اُستاد کے خلاف اتنا سخت ہنگامہ کرادیا تھا کہ ان کے مطالبے پر ان اُستاد دینیات کو معطل کردینا پڑا تھا۔ ورنہ فتنہ فرو نہ ہوتا بہرحال درجۂ ہفتم کے یہ طلبہ جو مولانا سعید احمد پالنپوری کے یہاں سبق پڑھ رہے تھے، انتہائی غضبناک ہوکر جنریٹر پر حملہ آور ہوئے اور جنریٹر کے کارکن سے دست وگریباں ہوگئے، یہ مغرب وعشاء کا درمیانی وقت تھا، نسیم فاروقی اس وقت مدرسے کے قریب ہوٹل میں کھانا کھا رہا تھا، جیسے ہی شور وغل کی آواز سُنی، کھانا چھوڑ کر باہر نکل آیا اور آتے ہی مشتعل طلبہ کی قیادت سنبھال لی مولوی عبدالحق صاحب کے خلاف نعرہ بازی شروع ہوگئی اور انھیں زدوکوب کرنے کے لئے ان کی تلاش شروع کردی گئی، ان کے مکان پر بھی پہنچے اور اہتمام میں بھی تلاش کیا، آخر میں مہمانخانہ پر "نسیم فاروقی" کی قیادت میں چڑھائی شروع کردی، بارات جاچکی تھی، لیکن مولوی عبدالحق صاحب کے مہمان موجود تھے جوان طلبہ کے ہنگامہ سے ہراساں ہوکر بھاگے اور دیواروں سے پھلانگ کر اپنی جان بچا سکے، طلبا ایک شامیانہ، کچھ دریاں اور کچھ چادریں اُٹھا کر دارجدید میں پہونچے، انھیں پھاڑا بھی اور جلایا بھی، یہ سامان کرائے پر آیا ہوا تھا جس کے نقصان کی تلافی مولوی

عبدالحق کو کرنی پڑی۔ اگلے روز طلبۂ دارالعلوم کی طرف سے ایک درخواست موصول ہوئی، جس میں جنریٹر وغیرہ کے استعمال پر اضافۂ وقت کا مطالبہ پانی بہم پہنچانے کا مطالبہ اور سب سے زیادہ مولوی عبدالحق اور مولوی عبداللہ جاوید کو دارالعلوم سے ہمیشہ کے لئے الگ کرنے کا مطالبہ تھا۔ احقر نے اپنے رفقاء کار سے مشورہ کرنے کے بعد بعض ایسے مطالبے منظور کرلئے جو طلبہ کی تکلیف سے متعلق تھے، نیز ہنگامہ کو ختم کرنے کے لئے ایسی کوشش ضروری بھی تھی جو فی الجملہ کامیاب ہوئی۔

صرف فتنے برپا کرنے کے لئے ممنوع جمعیۃ الطلبہ کی تشکیل

لیکن نسیم فاروقی اعظمی کا مقصد ابھی پورا نہیں ہوا تھا، اس لئے اس نے جمعیۃ الطلبہ کی تشکیل کے لئے طلبہ کو مختلف مواقع اور اوقات میں جمع کرنا شروع کردیا اور دارالعلوم میں موجودہ صوبائی یا ضلعی انجمنوں کے نظماء و صدور کی ایک میٹنگ نسیم فاروقی ہی کی طرف سے حضرت شاہ ولایت صاحب کی مسجد میں بلائی گئی، جس میں جمعیۃ الطلبہ کے قیام کی اہمیت اور ان سے مطالبات کی منوائی کی اپیل کرتے ہوئے یہاں تک بھی کہدیا کہ اگر دارالعلوم یہ مطالبات پورے نہیں کرتا تو دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی، اس افسوسناک جلسے پر مراد آباد، الہ آباد کے طلبہ اور دوسرے سنجیدہ طلبہ جو میٹنگ میں موجود تھے

بے چین ہو گئے اور انھوں نے نسیم فاروقی سے کہا کہ یہ انتہائی بے ہودہ حملہ ہے کسی مطالبہ کی عدم تکمیل کی صورت میں دارالعلوم کو نقصان پہنچانے کا عزم شرمناک ہے، اِن طلبہ کی اس گرفت پر دوسرے حسّاس طلبہ بھی ہمنوا ہو گئے اور میٹنگ درہم برہم ہو گئی، لیکن چونکہ "نسیم فاروقی" ایک منصوبے کی تکمیل میں مصروف تھا اس لئے وہ اور بھی زیادہ اپنی اس مقصد برآری میں مشغول ہو گیا، اور اب اُسنے محلّہ پٹھان پورہ کے ایک شخص کے ذریعہ جو ھر وقت اپنے پاس ریوالور رکھتا ہے، الہ آباد اور مراد آبادی طلبہ کا تعاقب شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک طالب علم ثابت علی بمبوی اور ابوسعد اعظمی پر جو مراد آبادی اور الہ آبادی طلبہ کے دوست تھے نسیم فاروقی نے چند طلبہ .... اور کچھ شہریوں کو ساتھ لیکر ثابت علی کے کمرہ پر حملہ کیا جو احاطہ دارالعُلوم سے باہر تھا، اسے مارا پیٹا، گھڑی اور چشمہ چھین لیا، نیز جیب سے کچھ روپے بھی نکالے اور اندرونِ دارالعلوم ابوسعد اعظمی کے کمرہ پر پہنچکر اس کا سارا سامان لوٹ لیا۔ اس حملہ میں دارالعلوم دیوبند کا ایک سابق طالب علم وہاج الدین منی پوری خاص طور پر حصّہ لے رہا تھا۔ ثابت علی بمبوی کو جس وقت پیٹا گیا تو شور و غل کی آواز سنکر شہر میں قرب وجوار کے آدمی جمع ہو گئے اور مولوی اسلم صاحب بھی پہنچ گئے، جنھوں نے بیچ بچاؤ کرایا اور یہ ہنگامہ اس طرح ٹل گیا لیکن ثابت علی اور ابوسعد کے دوست الہ آبادی اور مراد آبادی طلبہ میں اس واقعہ سے غم و غصّہ پیدا ہوا جبکہ نسیم فاروقی اور اس کے معاون طلبہ اور ان بعض شہریوں کی چیرہ دستیاں جاری رہیں چنانچہ ایک شب میں یہ مرادآبادی

اور الٰہ آبادی طلبہ جمع ہو کر وہاج الدین منی پوری کی شہری رہائش گاہ پر پہنچے، وہاں اُس وقت نسیم فاروقی بھی موجود تھا جوان طلبہ کو دیکھ کر فرار ہوگیا، یہ طلبہ وہاج الدین کو پکڑ کر دارالعلوم میں لے آئے اربابِ انتظام کو جوں ہی اس افسوسناک واقعہ کی اطلاع پہنچی، اُنھوں نے وہاج الدین کو طلبہ سے چھڑا لیا اور مہمان خانہ میں لے آئے، اس واقعہ پر غور وفکر کرنے کے لئے جناب نائب مہتمم صاحب ناظم صاحب مجلس تعلیمی اور نظمائے دارالاقامہ مہمان خانے میں جمع ہوئے، ثابت علی بمبوی نے اپنے اوپر حملے کی رپورٹ دیوبند تھانہ میں کردی تھی اس بنا پر وہاج الدین کو پولیس رات ہی میں وہاں سے لیگئی۔ اگرچہ وہاج الدین کا فی الوقت دارالعلوم سے کوئی تعلق نہ تھا تاہم صبح کو اربابِ انتظام نے حکام سے ملکر وہاج الدین کو چھڑا لیا اور یہ معاملہ بھی اس طرح رفع دفع ہوگیا لیکن نسیم فاروقی ان طلبہ کی تخویف میں برابر مصروف رہا جنھوں نے اُسکے مقاصد کی تائید نہیں کی تھی۔

شہید ہونیوالے طلبہ کے جلسۂ تعزیت میں شر انگیزی

ابھی اسی قسم کی ہنگامہ آرائی جاری تھی کہ ۲۵، ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء کو مظفرنگر کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کے لئے طلبۂ دارالعلوم اپنے طور پر مظفرنگر گئے اور ریل کے سفر میں بے احتیاطی برتتے ہوئے چند طلبہ ٹرین کی چھت پر چڑھ گئے

مظفر نگر اسٹیشن سے پہلے ریلوے تار سے اٹک کر جو ریلوے لائن کے اوپر سے کراس کر رہا تھا، چھت پر سے گرے جن میں سے تین تو مظفر نگر ہسپتال میں پہنچکر کچھ بعد دیگرے تقریباً آدھے گھنٹے میں جاں بحق ہو گئے، اور تین طلبہ شدید زخمی ہوئے، شہید طلبہ کی لاشیں دیوبند منتقل کرنے اور پوسٹ مارٹم سے بچنے کے لئے چند اساتذہ اور مولوی اسلم صاحب وغیرہ مظفر نگر پہنچ گئے، جناب وِدّیا بھوشن کانگرسی لیڈر اور کلکٹر سے ملکر بڑی جد وجہد سے پوسٹ مارٹم رکوایا اور صبح کو تینوں لاشیں دیوبند لائی گئیں جنھیں قبرستان قاسمی میں سپردِ خاک کیا گیا اُدھر تین مجروح طلبہ کو علاج کے لئے میرٹھ میڈیکل کالج بھیجا گیا، جنکا عرصہ تک منجانب دارالعلوم علاج کیا گیا۔ اس موقع پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جناب وِدّیا بھوشن کانگرس آئی لیڈر اور موجودہ منسٹر یو، پی نے طلبۂ دارالعلوم کے پوسٹ مارٹم رکوانے میں نہ صرف بڑی حد تک جد وجہد کی بلکہ دو دو ہزار روپے تینوں شہید طلبہ کے ورثہ کے لئے اور ایک ایک ہزار تینوں مجروح طلبہ کے علاج کے لئے کل ۹ ہزار روپے بھی اسی وقت نقد پیش کر دیئے پھر بھی علاج کے جملہ مصارف دارالعلوم ہی نے برداشت کئے اور کل نقد رقم شہیدوں کے متعلقین کے حوالہ کی گئی، حادثے سے اگلے روز ان شہید طلبہ کے سلسلے میں دارالحدیث میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں طلبہ، اساتذہ اور کارکنوں نے شرکت کی، مولانا انظر شاہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے اس حادثے پر اظہارِ رنج وغم کے ساتھ طلبہ کو فہمائش کی کہ آئندہ سفر محتاط طریقے پر کریں۔ ذرا سی بے احتیاطی نے تین عزیز جانوں کو ضائع کر دیا اس مضمون

کی تائید مولانا معراج الحق صاحب اور دوسرے مقررین نے بھی کی بلکہ لکھنؤ سے شائع ہونے والے ہفتہ وار صدق جدید نے بھی اپنے ایک نوٹ میں حادثے پر تأسف کا اظہار کرتے ہوئے طلبہ کی بے احتیاطی پر توجہ دلائی لیکن اس جلسہ میں جب مولانا وحید الزماں صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو مضمونِ تعزیت کی بجائے انھوں نے انتظامیہ پر برسنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ حادثہ انتظامیہ کی غفلت اور طلبہ کے مسائل سے عدم دلچسپی کا نتیجہ ہے، یہ تقریر ہو چکی تو نظمائے دارالاقامہ میں سے مولانا شکیل احمد صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ انتظامیہ اس میں مجرم نہیں ہو سکتی، طلبہ نے اپنے طور پر یہ سفر کیا۔ اگر اپنے اس سفر کی اطلاع وہ ذمہ داروں کو دیتے تو ممکن تھا کہ انتظامیہ کوئی مناسب صورت پیدا کرتی، ابھی مولانا شکیل احمد صاحب کی تقریر ہو ہی رہی تھی کہ مولانا وحید الزماں انتہائی غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے، لاؤڈ اسپیکر مولوی شکیل احمد صاحب سے اس طرح دھکا دیکر چھینا کہ بقول مولانا شکیل احمد صاحب اگر میں فوراً پیچھے نہ ہٹ جاتا تو لاؤڈ اسپیکر میرے منہ پر لگتا اور میرا چہرہ زخمی ہو جاتا، اور مولانا وحید الزماں صاحب نے اپنی تقریر میں نہایت نامناسب طریقے سے اس درجہ زجر و توبیخ کی اور طلبہ کو اس درجہ مشتعل کیا کہ جلسہ ہی میں نعرہ بازی اور جمعیۃ الطلبہ کے قیام کے مطالبات شروع ہو گئے، مولوی شکیل احمد صاحب دارالعلوم کے مدرس ہیں اور چند سال سے برابر درس دے رہے ہیں، دارالحدیث کے اس جلسۂ تعزیت میں ان کے شاگردوں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی انھوں نے صبر و ضبط سے کام لیا

——————————— ، اور اس طرح یہ جلسۂ تعزیت ایک فساد انگیز مجلس کی شکل اختیار کر گیا۔ جبکا غم ان تمام سنجیدہ طلبہ کو بھی ہوا جو جلسۂ تعزیت سمجھ کر وہاں پر پہنچے تھے ۔

مولانا وحید الزماں صاحب کا اساتذہ سے نامناسب سلوک

درمیان میں ایک اور واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی جمیل احمد صاحب مدرس دارالعلوم نے اپنے سبق میں دارالعلوم سے وفاداری اور اسکے وقار کے خلاف کارروائی کرنے والوں سے یکسوئی پر مشتمل کوئی تقریر کی، اس سبق میں موجود کسی طالب علم نے مولانا وحید الزماں کو تقریر کی رپورٹ غلط پہنچائی، بجائے اس کے کہ مولانا وحید الزماں صاحب تحقیق کر کے کسی ردِعمل کا مظاہرہ کرتے ۔ انھوں نے اسی وقت شب میں مولوی جمیل احمد صاحب کو اپنے کمرہ پر بلایا اور طلبہ کے ہجوم میں نہایت طیش آمیز لہجے میں، ان کو اسقدر ڈانٹ ڈپٹ کی کہ جسے کوئی ادنیٰ شخص بھی برداشت نہیں کرسکتا، مولوی جمیل احمد صاحب اور مولوی شکیل احمد صاحب ان پیش آمدہ واقعات کی رپورٹ دفتر اہتمام میں تفصیل سے پیش کرچکے ہیں ۔

مجلس شوریٰ رجب ۱۴۰۲ھ کے موقعہ پر مولانا وحید الزماں صاحب کی زیرِ قیادت طلبہ کا بدترین ہنگامہ

۲۳، ۲۴، ۲۵ رجب ۱۴۰۲ھ کو مجلس شوریٰ کا جلسہ بلایا گیا، مجلس شوریٰ کے موقع پر مولانا وحید الزماں صاحب کی مسلسل مخالفانہ کارروائی شوریٰ کے اجلاس میں مداخلت، شوریٰ کو کام نہ کرنے دینے کا عزم اور ۲۵ رجب کو بعد مغرب مہمان خانے پر ہجوم اور حملہ، حملہ آوروں میں شعبۂ تکمیل ادب، اور مولانا وحید الزماں صاحب سے قریبی رابطہ رکھنے والوں کی شرکت، گجراتی طلبہ کا ہنگامہ خیز حصہ اور ہنگامہ کی حالت میں اچانک مولانا وحید الزماں صاحب مولانا معراج الحق صاحب، مولانا سعید پالنپوری اور مولوی عبد الخالق صاحب مدراسی کا مہمان خانے میں پہنچ جانا، حضرات اراکین شوریٰ کی موجودگی میں تیز و تند گفتگو، مولوی بدرالحسن صاحب دربھنگوی مدرس دارالعلوم کو یہ دھمکی دینا کہ اگر چاہوں تو تجھے ابھی جان سے مروا دوں اور امتثالاً ولی ٹونکی نامی نہاد صدر جمعیۃ الطلبہ کا یہ کہنا کہ میں ابھی اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مولوی جمیل احمد صاحب مدرس دارالعلوم کو اس مجلس میں بموجودگی ممبران کہاں ہے وہ خبیث جمیل کہنا، حملہ آور طلبہ کا مہمان خانے کے کواڑوں اور شیشوں کو توڑنا، وہاں کی کرسیوں اور چارپائیوں کی شکست وریخت گملوں کی توڑ پھوڑ، پھر مولوی عبدالحق صاحب کے مکان پر لاٹھیوں سے حملہ کرنا، ان کے دروازوں پر لاٹھیاں

برسانا جس کے نشانات ابھی تک موجود ہیں، جس سے دہشت زدہ ہو کر عورتوں بچوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ اس انداز سے تقریباً نصف شب تک ہنگامے کی اُس مہیب شکل کو قائم رکھنا مولانا اخلاق حسین صاحب کو جو ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے بار بار دھمکیاں دینا یہ سب آپ حضرات کے سامنے ہی ہوا اور آپ کے علم میں ہے۔

شر انگیزوں کی حیا سوز حرکت

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ۲۵ رجب کے ہنگامے میں مہمان خانے سے متصل مولوی محمد حسن باندوی اُستاذ دارالعلوم کے رہائشی مکان میں ہنگامہ پسند طلبہ کود گئے اور ان سے کہا کہ قاری عبدالقیوم میرٹھی یہاں چھپا ہوا ہے مولوی محمد حسن صاحب نے بار بار انکار کیا، پھر بھی طلبہ نے یہ کہکر کہ عبدالقیوم کو برقعہ اوڑھا دیا گیا ہے ان کی اہلیہ کو گویا بے پردہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ یہ ہی عبدالقیوم ہے جسے برقع پہنا دیا گیا ہے، مکان کی کھڑکی توڑ دی گئی، دروازوں پر ڈنڈے برسائے گئے۔ اس اندوہناک حادثے سے ان کی اہلیہ اور چھوٹے چھوٹے بچے اتنے خوف زدہ ہوئے کہ انھوں نے دیوبند میں قیام ہی ترک کر دیا اور اپنے وطن چلے گئے۔

فتنہ انگیزوں نے برملا جھوٹ بول بول کر فتنہ کو ہوا دی۔

اسی ہنگامے میں ایک طالب علم عتیق الرحمٰن فیض آبادی نے مہمانخانے کے ایک شیشے پر گھونسہ مارا جس سے اس کا ہاتھ زخمی ہوگیا، نیچے اتر کر طلبہ کے ہجوم میں اُسنے شور مچا دیا کہ مجھے ایک شہری نے چاقو سے زخمی کیا ہے، نیز طلبہ کو مشتعل کرنے کے لئے اندرون احاطۂ دارالعلوم معاً یہ خبر پھیلائی گئی کہ ۳-۴ طالب علموں کو شہریوں نے جان سے مار دیا ہے۔ اس بے بنیاد خبر پر جو طالب علم اندر باقی رہ گئے تھے وہ بھی باہر نکل آئے، ساتھ ہی مجلس شوریٰ سے پہلے طلبہ کو اشتعال دلانے کے لئے یہ خبریں بڑی قوت و شدت سے پھیلائی گئیں کہ مولانا وحیدالزماں کو قتل کرنے کے لئے دہلی کے ایک ڈاکو کی مدد حاصل کی ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکو کے لڑکے نے مولانا وحیدالزماں صاحب کے لڑکے بدرالزماں کو دہلی ہی میں اس افواہ کی اطلاع دی تھی اور بدرالزماں نے یہ خبر دیوبند پہنچائی، یہ بھی خبر اڑائی گئی کہ دارالعلوم کی جانب سے کسی ایسی درخواست پر دستخط لئے جارہے ہیں جس میں مولوی وحیدالزماں اور ان کے رفقاء کار کے عزل کا مطالبہ ہے، ظاہر ہے کہ یہ افواہیں بخت و اتفاق کا نتیجہ نہیں تھیں بلکہ منصوبہ بند طریقے پر طلبہ کو مشتعل کرنے کیلئے گھڑی اور پھیلائی جارہی تھیں۔

قاری عبدالقیوم میرٹھی کا قصور ؟

جسے دن شام کو شوریٰ کی موجودگی میں مولانا اسعد صاحب سے دونوں تنظیموں کے ایک کرنے پر مفاہمت ہوئی جو ابھی تک تقریباً مخفی ہی تھی مگر قبیلِ مغرب مولوی ابوالحسن اعظمی فاضل دارالعلوم دیوبند جو اس وقت دیوبند کے ایک مدرسہ میں مدرس ہیں اس مفاہمت کی دفعات دارالعلوم کی مسجد کے قریب شہریوں اور طلبہ کے درمیان بیان کر رہے تھے ، اس مجمع میں قاری عبدالقیوم میرٹھی بھی تھے ۔ مولوی ابوالحسن اعظمی نے جب یہ بیان کیا کہ' ولانا اسعد صاحب بحقِ مہتمم صاحب صدارت سے دست بردار ہوگئے ہیں تو مجمع میں سے کسی نے کہا ، یہ تو مولانا اسعد نے بڑا غضب کر دیا ، اس پر مولوی ابوالحسن نے جو مولانا اسعد صاحب کے خاص آدمی ہیں ۔ کہا کہ مہتمم تو لبِ گور ہے اس کے بعد تو ہمارے نائب صدر ہی صدر ہوں گے ۔ قاری عبدالقیوم نے اسپر تنبیہ کی کہ مہتمم صاحب کے لئے اس طرح کی بد فالی کے ناز یبا جملے ہرگز استعمال نہیں کرنے چاہئیں ، اس پر قاری عبدالقیوم سے جھگڑا شروع ہوگیا ۔ مغرب کی اذان ہونے پر یہ سب مسجد آگئے اور مغرب کے بعد پھر کسی مقررہ پروگرام کے تحت قاری عبدالقیوم کے واقعے کو بہانہ بنا کر ہی مہمانخانے پر حملہ کیا گیا کہ وہ مہمانخانے میں چھپے ہوئے ہیں ۔

مولانا انظر شاہ کی اصلاحی تقریر کے بالمقابل مولانا وحید الزماں کی اشتعال انگیزی۔

مولانا وحید الزماں صاحب جو شوریٰ سے پہلے فضا کو گرم کر رہے تھے اور مجلس شوریٰ کے موقع پر دوورن طلبہ کے ہجوم کو اِدھر اُدھر لئے پھرتے رہے احاطۂ مولسری میں انھوں نے تقریر کی، دار الحدیث میں ناظم مجلس تعلیمی مولانا انظر شاہ نے ایک تقریر کی جس کے سیاق و سباق میں دار العلوم میں موجود کسی بھی شخصیت کا تذکرہ تک نہ تھا، بلکہ ایک اصلاحی تقریر تھی جس میں طلبہ کو پڑھنے اور امتحان سالانہ کی تیاری میں مشغول رہنے کا مشورہ دیا گیا تھا، یہ تقریر چونکہ مؤثر ثابت ہوئی تھی اس لئے مولانا وحید الزماں صاحب نے یہ سمجھ کر کہ انھوں نے طلبہ کو جتنا اشتعال دلایا تھا وہ اس تقریر کے بعد ختم ہوگیا ہے تو ان طلبہ کو بدستور مشتعل رکھنے کے لئے اپنی تقریر کا اعلان کرادیا دراں حالیکہ مجلس شوریٰ نے انھیں شوریٰ میں بلاکر اس کا پابند کیا تھا کہ وہ کوئی تقریر نہ کریں اور اگر تقریر ہو بھی تو اصلاحی ہو مگر مولوی صاحب نے مجلس کی اس ہدایت کی رعایت نہ کرتے ہوئے دار الحدیث میں ایک اشتعال انگیز تقریر شروع کردی جسکی آواز دار المشورہ میں آرہی تھی ممبران بھی سُن رہے تھے اور آواز کے تصادم کی وجہ سے شورائی اجلاس بھی نہ ہوسکا، حالانکہ مولوی وحید الزماں صاحب دار العلوم کی جانب سے کوئی بھی ایسا عہدہ نہیں رکھتے جسکی بنا پر انھیں طلبہ

معاملات میں اس طرح کی مداخلت کا جواز ہو۔ موصوف کو اپنی اس غلط روش کی بنا پر یہ گمان ہوا کہ شاید مجلس شوریٰ ان کے خلاف کوئی کارروائی کرے گی اسلئے وہ اپنے مستقبل کو سنبھالنے کے لئے مہمان خانے پر بوقت مجلسِ شوریٰ طلبہ کو چڑھالائے جس کا مقصد مجلس کی کارروائی میں تعطل پیدا کرنا تھا۔ جس میں پیش پیش وہی طلبہ تھے جو اُن سے قریب تھے یا اُن سے تلمّذ کا تعلّق رکھتے تھے۔

دارالعُلوم پر غاصبانہ قبضہ اور مولانا سعید احمد پالن پوری کی غلط بیانی

شب میں مجلسِ شوریٰ کے اُکھڑ جانے کے بعد مولانا وحید الزماں صاحب مولانا معراج الحق صاحب، مولانا سعید احمد صاحب اور مولوی عبدالخالق صاحب مدراسی تمام طلبہ کو لیکر دارِ جدید میں پہنچ گئے، دربانوں کو معطل کر دیا، دروازے تمام کے تمام بند کر دیئے، باہر اور اندر سے آمد و رفت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور یہ کہا گیا کہ شہر والے ہم پر حملہ کریں گے اس لئے یہ حفاظتی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ دارِ جدید میں جمع ہو کر فوراً ایک جلسہ کیا گیا جس میں مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری نے قرآن مجید کی آیت کریمہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ پڑھ کر تقریر کا آغاز فرمایا، جس کا حاصل یہ تھا کہ طلبہ باہمی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ اُلفت و رحمت کا معاملہ کریں اور اپنا اتفاق و اتحاد قائم رکھیں، ظاہر ہے کہ

ان کے نزدیک ان طلبہ کے مقابل انتظامیہ ہی تھی جو عیاذاً باللہ گویا کفّار کا گروہ تھی جس کے لئے نص قرآنی شدّت و غلظت کو اختیار کرنے کی ضرورت ظاہر فرمائی گئی جبکہ مولانا سعید صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ تمہارے ہاتھ میں ڈنڈا ہوگا اور مقابلے میں ہم آگے آگے ہوں گے، تم ہمارے پیچھے رہنا۔ اور رات بھر مصروفِ عمل رہنے کی طلبہ کو ہدایت فرمائی ۔

مولانا معراج الحق صاحب کی افسوسناک تائید اور مولانا وحید الزماں کا مہتمم کے بارے میں غیظ و غصّہ

مولانا معراج الحق صاحب نے اپنی تقریر میں طلبہ کے اس اتحاد کو قابلِ رشک قرار دیا اور مزید متحد ہونے کی اپیل کی۔ مولانا وحید الزماں صاحب کی تقریر سب سے زیادہ غضب ناک لب و لہجے میں تھی، انھوں نے اپنی تقریر میں عموماً ساری انتظامیہ پر اشتعال انگیز تنقید کی اور خاص طور پر اس ناکارہ کی ذات کی تضحیک کو اپنا موضوعِ تقریر بنایا اور کہا کہ مہتمم کے پاس ۱۷ - ۱۷ شیروانیاں ہیں، تم کپڑوں کو ترستے ہو، مہتمم کا مکان عشرتکدہ ہے اور تمہارے کمروں میں سانپ رینگتے ہیں، مہتمم کا کھانا پینا امیرانہ و رئیسانہ ہے اور تمہیں شکم سیری کے لئے معمولی سوکھی روٹی بھی میسّر نہیں بلکہ احقر کے خاندان کے افراد پر بھی بڑے سخت حملے کئے، اس تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ مولانا اسعد صاحب کو ممبر شوریٰ بنوانا ہے

اور مولوی ارشد صاحب کو شوال ہی میں دارالعلوم میں مدرس کی حیثیت سے لاٹھانا ہے۔ ان کی یہ غضبناک تقریر بہت دیر تک چلتی رہی، یہ پوری رات اس طرح گذری دارالعلوم پر دروبست اُن کا اور اُن کے متبعین ہی کا قبضہ تھا۔ انتظامیہ کا کوئی فرد اندر نہیں تھا اور نہ جا سکتا تھا صبح کو بعد فجر مدرسے کے دروازے کھولے گئے۔

ہنگامہ پرور طلبہ کے مطالبات

اسی دن تقریباً ۸ بجے طلبہ کی ایک جماعت میرے مکان پر پہنچی اور مجھے ایک درخواست دی جس میں امتحان سالانہ کو منسوخ کرنے کا مطالبہ تھا، یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ جمادی الثانی کے اواخر میں مجلس تعلیمی کی ایک میٹنگ بشمول اساتذۂ دارالعلوم امتحان سالانہ کے نظم پر غور کرنے کے لئے حسب معمول دفتر اہتمام میں ہوئی تھی جس میں مولانا معراج الحق صاحب نے بتائید مولوی سعید احمد صاحب پالن پوری اقداماً یہ تجویز رکھی تھی کہ امسال امتحان سالانہ منسوخ کر دیا جائے اور بجائے امتحان کے درس کا سلسلہ جاری رکھا جائے، دلیل یہ تھی کہ جلسۂ صد سالہ کی بنا پر اسباق کی مقدار زیادہ نہیں ہوئی حالانکہ یہ کلیتہً صحیح نہ تھا کیوں کہ اجلاس صد سالہ کے لگ بھگ بھی اسباق کا تعطل نہیں ہوا تھا۔ بعض اساتذہ تو اپنی مقدار خواندگی پوری کر چکے تھے، خود دورۂ حدیث کے اسباق بھی ایک مقدار میں ہو گئے تھے، مزید یہ کہ سہ ماہی و ششماہی امتحان بہر حال ہر سال ہوتے ہیں اور ان دونوں امتحانوں تک اسباق کی مقدار قدرتاً کچھ کم ہی رہتی ہے مگر پھر بھی سہ ماہی، ششماہی امتحان منسوخ نہیں کیا جاتا، تو سالانہ امتحان پر آیندہ کی تعلیمی ترقیات اور

امداد، لوازمات کا فیصلہ موقوف ہوتا ہے اس کی منسوخی کا کوئی سوال ہی نہ تھا، اس لئے مولانا معراج الحق جیسے فہیم آدمی کی طرف سے اس طرح کا مطالبہ مستبعد تھا، بعد کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ امتحان سالانہ کی منسوخی کی یہ خواہش اور فرمائش شاید طلبہ کو امتحان کی جانب سے بے فکر کرکے آنے والے ہنگامے کے لئے فارغ کردینے کے لئے ہو جو پہلے سے کچھ سوچا ہوا پروگرام ہوگا۔ واللہ اعلم۔

جبراً وقہراً مطالبات کی منظوری

بہر حال طلبہ کے امتحان سالانہ کے منسوخی کے مطالبہ پر میں نے مہمانخانے میں مجلس تعلیمی بشمول مولانا معراج الحق صاحب، مولانا وحید الزماں صاحب اور مولانا سعید احمد صاحب وغیرہ بلائی، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رکن مجلس شوریٰ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ بھی دیوبند ہی میں ہیں انھیں بھی تشریف آوری کی تکلیف دی، جس وقت ہم مہمان خانے میں مٹینگ میں شرکت کے لئے پہنچے تو طلبہ کے جم غفیر نے مہمان خانے کو گھیر رکھا تھا بلکہ کچھ مہمان خانے میں اوپر چڑھکر بھی آگئے تھے، بظاہران کا یہ منصوبہ تھا کہ ان کے مطالبہ کے مطابق اگر امتحان منسوخ نہ ہوا تو یہ مجلس میں شریک ہونے والے افراد کا زبردست گھراؤ کرینگے۔

اسے جبر و قہر کے ماحول میں امتحان سالانہ منسوخ کیا گیا، چونکہ یہ فیصلہ انتہائی نازک اور مجبورکن ماحول میں کیا جارہا تھا، اس لئے اس وقت امتحان سالانہ کی منسوخی کے بعض عواقب پیش نظر بھی نہ تھے جو بعد میں سامنے آئے دارالعلوم

کے لئے ایک پریشان کن سانحہ بن گئے، یہ بھی علم میں آیا کہ امتحان کی منسوخی کے بعد مولانا وحید الزماں صاحب کی گلپوشی کی گئی، طلبہ نے ان کو اور انھوں نے طلبہ کو مُبارکباد دی، بلکہ اپنی اس کامیابی پر جشن فتح بھی منایا گیا۔

مطالبات کی منظوری پر ہنگامہ پسندوں کا جشن

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابھی ہم نے یہ فیصلہ مہمان خانے میں کیا ہی تھا اور اس کا باقاعدہ اعلان اہتمام کی جانب سے ہوا بھی نہ تھا کہ پہلے ہی مولانا معراج الحق صاحب، مولانا وحید الزماں صاحب اور مولانا سعید احمد صاحب طلبہ کو لیکر دارِ جدید میں جمع ہو گئے اور امتحان کی منسوخی کو ان کے اتحاد کا ثمرہ بتایا، اور گویا مزید مطالبات کی تکمیل کے لئے اتحاد کی راہ سجھائی گئی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ان صاحبان نے مجلس کے اختتام پر مجھ سے دریافت کیا تھا کہ کیا ہم امتحان کی منسوخی کا طلبہ میں اعلان کر دیں، تو میں نے انھیں پابند کیا تھا کہ آپ حضرات اس کا اعلان نہ کریں، یہ اعلان اہتمام کی جانب سے ہوگا۔ مگر میری اس گذارش پر عمل اس طرح ہوا کہ "جشن فتح" کا انعقاد اعلان سے پہلے ہی کر لیا گیا۔ یہ حضرات چاہتے تھے کہ طلبۂ دارالعلوم میں ابھی اس ہنگامے کے سلسلے کو باقی رکھا جائے اور وسیع کیا جائے، مگر امتحان سالانہ کی منسوخی کے بعد طلبہ کے پاؤں اُکھڑ گئے اور انھوں نے رختِ سفر باندھ لیا تو طلبہ کو جمانے کے لئے مولانا معراج الحق صاحب نے ترمذی کے سبق کا اعلان کیا، مولوی سعید احمد صاحب نے حضرت نانوتویؒ کی بعض تصانیف پڑھانے کا اعلان کرایا، بلکہ سبق بھی شروع کرا دیا اور چونکہ دارالعلوم کا یہ سال بہت ہی نازک ایام تھا کہ ختم بخاری تک بھی نہ ہوا، اور

شہراور اطراف کے وہ حضرات جو اس اجتماع میں دعائے خیر و برکت کے لئے ذوق شوق سے شریک ہوتے تھے۔ بخاری شریف کے ختم ہونے پر دلگیر تھے تو بار بار جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے بلیک بورڈ پر یہ اعلانات کئے جارہے تھے کہ بخاری شریف ختم کرائی جارہی ہے کبھی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کے نام کا اعلان ہوتا کبھی مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری کا نام لیا جاتا۔

شورش پسند طلبہ کو تعطیل میں روکنے کی سازشیں

ان اعلانات کا مقصد یہ تھا کہ کم از کم دورۂ حدیث کے طلبہ دارالعلوم میں ٹھیرے رہے اور سلسلۂ شورش قائم رہے، مگر قدرتی طور پر یہ کوششیں بارآور نہ ہوسکیں جبکہ طلبہ ہی روانہ ہونے لگے اور عموماً طلبہ چلے گئے البتہ امتحان سالانہ کی منسوخی کے نتیجہ میں یہ نقصانات بھی ضرور ہوئے کہ دارالعلوم کی لاکھوں کی وہ رقم ضائع ہوگئی جو تعلیم پر صرف کیجاتی رہی تھی بلکہ مزید مشکلات یہ کھڑی ہوگئیں کہ چونکہ سہ ماہی امتحان کو سالانہ امتحان کا قائمقام قرار دیا گیا اور سہ ماہی پر ننانوے ۹۹٪ فی صد طالب علم کامیاب تھے تو وہ سب کے سب طبعی طور پر مستحق امداد ہوگئے بلکہ ان میں سے بہت بڑی تعداد لوازمات کی مستحق بھی ہوگئی، جس کے نتیجہ میں تعلیمات کا قدیم امدادی کوٹہ اکثر و بیشتر انہی کامیاب طلبہ میں صرف ہوگیا اس لئے امتحان داخلہ کے وقت انتظامیہ کو جدید داخلہ میں تحدید کا فیصلہ کرنا پڑا، اور جونکہ داخلہ

طلب اکثر وبیشتر وہی طلبہ تھے جو بڑی جماعتوں میں داخلہ لیتے اور" پنجم ششم و ہفتم" میں آتے ہیں۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ صرف چہارم تک داخلہ دیا جائے ، دارالعلوم ان اقدامات کے باوجود اب بھی تعلیمی بجٹ میں ایک بڑے اضافہ پر مجبور ہو رہا ہے ، اس اضطراری کارروائی کو دارالعلوم کے ظالمانہ اقدام کا نام دیا گیا ہے ، اور فیصلے کو توڑنے کے لئے خارجی دباؤ استعمال کیا گیا اور کیا جا رہا ہے ، بلکہ طلبہ کی بہت بڑی تعداد یہ کہکر دارالعلوم میں روک لی گئی ہے کہ ہم تمہارا داخلہ بڑی جماعتوں میں ضرور کرائیں گے ، طلبہ کے دارالعلوم سے جانے کے بعد سرد جنگ کا آغاز کیا گیا ، دارالعلوم اور انتظامیہ کے خلاف اخباری پروپیگنڈے نہایت ہی مکروہ شکل میں شروع کر دیئے گئے ، انتظامیہ کے بعض افراد کو سامنے سے ہٹانے کے لئے طرح طرح کی دھمکیاں دی جانے لگیں ، جمعیۃ الطلبہ کے بلیک بورڈ پر بعض اساتذہ کے لئے اہانت آمیز اعلان لگنے لگے ، اور باقی طلبہ کو مشتعل کرنے کی فضا افواہوں ، بے بنیاد باتوں اور بے پر کی اڑانے سے ہموار کی جاتی رہی

چوری کا افسوسناک واقعہ

بد قسمتی سے اوائل رمضان میں دارالعلوم کے خزانے میں چوری کا افسوسناک حادثہ ہوگیا ۔ اس پر ضروری قانونی کارروائی بروقت کی گئی ۔ اور اب بھی یہ کارروائی خفیہ پولیس کے ذریعہ زیر عمل ہے مگر اطراف وجوانب میں اس حادثہ پر جو پروپیگنڈے کئے گئے وہ یہ تھے ، کہ مولوی اسلم اور مولوی عبداللہ جاوید نے اجلاس صد سالہ کے حسابات میں کمی رہ جانے پر یہ ڈاکہ ڈلوایا ہے ۔ اور

مولوی عبدالحق پیشکار بھی اس میں شریک ہیں، بلکہ ضلع سہارنپور کے بعض دیہات کے لوگوں نے بڑے باوثوق لب و لہجہ میں آکر سُنایا کہ ہمارے علاقہ میں یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ مہتمم صاحب یہ رقم لیکر اور پوٹلہ باندھکر بھاگے جا رہے تھے جنھیں بڑی مشکل سے گھیر لیا گیا اور یہ بھی ہے کہ اس چوری میں چونکہ مہتمم صاحب کے اعزہ واقارب ملوث ہیں اس لئے دیدہ ودانستہ اس معاملہ کو دبایا جارہا ہے ۔ غرضیکہ سہرا گفتنی کو گفتنی بنالیا گیا۔

اخراج کی ناگزیر کارروائی

رمضان المبارک میں ہنگامہ کے ذمہ دار طلبہ کے اخراج کی کارروائی کی گئی جوانتہائی ضروری تھی ۔ اگرچہ اس ہنگامہ میں جم غفیر حصہ لے رہا تھا مگر انتظامیہ نے سوچ سمجھ کر صرف انھیں طالب علموں کا اخراج کیا جو پیش پیش تھے یا املاک دارالعلوم کو اُن سے نقصان پہونچا تھا یا جنھوں نے حضرات اراکین شوریٰ کو بے وقار کیا تھا یا حضرات اساتذہ کی توہین کی تھی یہ تعداد بیں ۴۸ تھے ۔ حالانکہ اس سے پہلے دارالعلوم کی ایک بڑی اسٹرائک کے ہنگامہ میں اس سے بھی زیادہ تعداد میں طلبہ خارج کئے جاچکے ہیں نیز دوسرے مدارس دینیہ اور یونیورسٹیوں میں بھی ایسے مواقع پر اخراج کا معمول ہے مگر اس ضروری کارروائی کو بھی مہمانان رسول کے لئے ایک قاتلانہ اقدام کے عنوان سے اُبھارا گیا جو اخبارات اور پریس میں آتا رہا ، اور یہ بھی کہا گیا کہ اس فہرست مخرجین میں انتقامی جذبہ کارفرما ہے جس استاذ کو جس طالب علم سے کوئی رنجش تھی اس کا نام مخرجین کی فہرست

میں آگیا، یہ بھی کہا گیا کہ بعض ایسے طلباء داخل فہرست ہیں جو بوقت ہنگامہ یہاں موجود نہ تھے، مولانا معراج الحق صاحب نے تو اپنی تقریر میں یہاں تک کہدیا کہ وہی طلبا خارج کئے گئے ہیں جو ہم چند اساتذہ سے متعلق تھے مگر انھوں نے اسپر توجہ نہیں دی کہ وہی طلباء ہنگامہ میں بھی پیش پیش تھے جو ان اساتذہ کے زیر اثر تھے، ان اعتراضات کا واہی اور پوچ ہونا اس سے بھی ثابت ہے کہ جب مولوی وحید الزماں اور ناظم مجلس تعلیمی کے مابین مفاہمت کا معاملہ ہو رہا تھا تو مولوی وحید الزماں صاحب اور اُن کے رفقاء کار نے ایک بھی ایسا نام نہیں پیش کیا کہ جس کے بارے میں یہ واویلا صحیح ہو بلکہ دس نام انھوں نے خود لکھکر دیئے کہ یہ خارج کئے جا سکتے ہیں جو انہی کے متعلقین میں سے تھے نیز پولیس کے سامنے بھی وہ ایک مثال ایسی نہیں رکھ سکے جس سے ان کے پروپیگنڈے کی حقیقت سامنے آجاتی۔ اس اخراج کی اطلاع مخرجین کے گھر والوں کو بھی دیدی گئی، جہاں تک شوال کے اوائل میں مدرسہ کھولنے نہ کھولنے کا معاملہ ہے تو بعض حضرات ارکین شوریٰ کی رائے تو یہ تھی کہ دارالعلوم کو کھولا ہی نہ جائے جب تک کہ حالات اطمینان بخش نہ ہو جاتے، مگر حالات وقت کے تحت احقر اور رفقاء کار کی قوت سے یہ رائے تھی کہ دارالعلوم کو کھل جانا چاہئے، اس کا بند رہنا اور طلبہ کے جم غفیر کا یہاں معطل پڑے رہنا مختلف مسائل کھڑے کر رہا ہے اور یہ فارغ طلبہ فارغ رہکر فتنوں کا شکار ہوتے رہیں گے۔

سمجو

دارالعلوم کے مدِمقابل نام نہاد جمعیۃ الطلبہ کے اعلانات

ابتداءً میں دارالعلوم کو بند رکھنے کا فیصلہ ضرور کیا گیا اور اس کا اعلان مولانا محمد حسین صاحب بہاری قائم مقام مہتمم کی جانب سے اخبارات و ریڈیو پر بھی آگیا، گو نام نہاد جمعیۃ الطلبہ کے نائب صدر وسیم فیض آبادی نے اخبارات میں ایک بیان جاری کیا جو شائع ہوچکا ہے اور دارالعلوم کے ریکارڈ میں محفوظ ہے، جس میں لکھا گیا تھا کہ دارالعلوم وقت پر کھلے گا اور طلبہ مہتمم کے بیان کے دھوکے میں نہ آئیں، سب طلبہ وقت پر دیوبند پہونچ جائیں، ان کے قیام و طعام کا انتظام جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے ہوگا اس سے پہلے بھی ولی ٹونکی صدر نام نہاد جمعیۃ الطلبہ کے بیانات اخبارات بلکہ ریڈیو تک پر آتے رہے، مسئلہ کا یہ پہلو قابل غور ضرور ہے کہ آل انڈیا ریڈیو سے ان کا رابطہ کیسے قائم ہوا، جب کہ وہ ایک بڑے ادارہ کے بارے میں خود ساختہ بیانات دیتے رہے اور ریڈیو لیتا رہا۔ اور ادھر ادارہ کے بیانات بھی اس تک پہنچتے رہے۔

دارالعلوم کھلنے پر پھر وہی ہنگامہ خیزی

بہرحال میں نے بند رہے دارالعلوم کو کھولنے کا فیصلہ کیا پہلے

تحتانی درجات کھولے گئے، اور ۲۰ر شوال ۱۴۰۰ھ کو عام داخلہ کا اعلان بھی کر دیا گیا، مدرسہ کھل گیا جدید و قدیم داخلے کی کاروائی شروع ہو گئی تو میرے پاس دیوبند سے اور دوسری اطراف و دیہات سے وفود جمع کر کے بھیجے جانے لگے کہ میں مخرج طلبہ کو داخل کروں، فلاں فلاں ضروری پابندیوں کو توڑ دوں ۔۔ بلکہ بعض ممبران پارلیمنٹ مثلاً مولانا سید احمد ہاشمی جناب عزیز اللہ اعظمی بھی پہونچے، مولانا ہاشمی کے آنے پر ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ ان کی آمد کے اگلے دن صبح کو طلبہ کی جانب سے ایک درخواست میرے پاس پہونچائی گئی کہ مولانا ہاشمی صاحب دار الحدیث میں تقریر کرنا چاہتے ہیں، میں نے انکی ذمہ دارانہ حیثیت کے پیش نظر جلسہ کی اجازت دیدی، اب میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی مجوزہ پروگرام کے تحت یا اتفاقی طور پر ہاشمی صاحب اور اُن کے شریکِ وفد ممبر پارلیمنٹ بہت دیر سے جلسہ میں پہنچے، اس سے پہلے نام نہاد جمعیۃ الطلبہ کے اراکین نے جلسہ کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہوئے حسب دستور انتظامیہ اور ذمہ داروں پر کیچڑ اُچھالنا شروع کر دیا، خصوصاً عبد السمیع گونڈوی جو دار العلوم سے چند سال پہلے فارغ ہو چکا ہے اور نہایت ہی فتنہ جُو قسم کا آدمی ہے اور جو اپنی ناپسندیدہ حرکات کے نتیجہ میں اکلہ خانپور ضلع میرٹھ کے مدرسے سے راتوں رات نکالا گیا ہے جو آج جمعیۃ الطلبہ کا مبلغ بھی ہے اور دیہاتوں میں جا جا کر اشتعال انگیز تقریریں کر رہا ہے اور انتظامیہ کی نام نہاد اور من گھڑت باتیں سُنا کر سادہ لوح لوگوں کو بھڑکا رہا ہے۔ اُس نے بھی مذکورہ بالا جلسہ میں نہایت ہی مفسدانہ تقریر کی۔

مولانا وحید الزماں کی بعض اساتذہ کے خلاف الزام تراشی

شوال کے ختم پر اچانک مولوی وحید الزماں صاحب کی جانب سے جمعیۃ الطلبہ کے ایک جلسہ کا دار جدید میں اعلان کیا گیا مجھ سے اس جلسہ کی کوئی اجازت نہیں لی گئی، درحالیکہ جمعیۃ الطلبہ کے ناجائز ہونے کا علم طلبہ کو تھا عشاء کے بعد دار جدید کے میدان میں یہ جلسہ ہوا، اور مولوی وحید الزماں صاحب نے حسب توقع انہی اشتعال انگیز مضامین کا پھر اعادہ کیا۔ اس سے پہلے وہ ۸ شوال کو مہ(؟)زی تنظیم کے جلسہ میں مسلسل تین نشستوں میں میرے اور انتظامیہ کے خلاف پُرغضب تقریر کر چکے تھے، اور بعض اساتذہ کے نام لے لیکر اُنکے کردار و کیرکٹر کو بھیانک شکل میں موضوع تقریر بنا چکے تھے، اور یہ بھی کہدیا تھا کہ میں انھیں دار العلوم کا اُستاذ ہی تسلیم نہیں کرتا، جمعیۃ الطلبہ کے اسی جلسۂ مذکورہ میں اعلان کیا کہ چند روز کے بعد پھر اسی جگہ میں آپ سے خطاب کروں گا۔

مولانا انظر شاہ صاحب سے مولانا وحید الزماں کی گفتگو

اسی دوران اتفاقاً مولوی انظر شاہ صاحب اور مولوی وحید الزماں صاحب

کی سرراہ ملاقات ہوگئی ۔ ــــــــــ جس میں دارالعلوم کے موجودہ حالات و معاملات پر بھی بات چلی، اور اس صورت حال کو ختم کرنے کا داعیہ طرفین سے پیش ہوا،
مولانا انظرشاہ صاحب نے کہا کہ پھر دوسرے وقت ملاقات ہوگی اور انھوں نے اس گفتگو کو ہم تک پہنچایا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی وحیدالزماں کی گفتگو مولانا محمد حسین صاحب بہاری اور مولوی ظفیر صاحب سے بھی ہوچکی تھی، چونکہ ہم سب مفاد دارالعلوم کے پیشِ نظر بھیانک ماحول کو ختم کرنے کا جذبہ رکھتے تھے اس لئے مولوی انظر شاہ صاحب سے کہا گیا کہ وہ مولوی وحیدالزماں صاحب سے حسبِ وعدہ ضرور ملیں اور مزید گفتگو کرکے کوئی ایسی شکل نکالیں کہ یہ معاملہ ختم ہو، جس روز یہ گفتگو بعد مغرب ان دونوں صاحبوں کے درمیان ہورہی تھی اسی شب جمعیۃ الطلبہ کے ایک جلسہ کا اعلان بصدارت مولانا معراج الحق صاحب ہوا، بعد عشاء یہ جلسہ شروع ہوا جبکہ مولوی انظر شاہ مولوی وحیدالزماں کے ساتھ مولوی ریاست علی کے مکان پر مصروف گفتگو تھے مولانا معراج الحق صاحب نے ابتداءً ہی اپنی صدارتی تقریر میں وہ سب کچھ کہہ ڈالا جس کی انسے توقع نہ تھی چونکہ موصوف کا لب و لہجہ مقررانہ نہیں اس لئے تقریر تو درس ہی کے انداز کی تھی مگر مضامین کی اشتعال انگیزی سے انکار نہیں کیا جاسکتا آخر میں مولوی وحیدالزماں صاحب بھی جلسہ میں پہونچ گئے اور انھوں نے منجملہ اور باتوں کے اس بات کا انکشاف کیا کہ مجھ میں اور مولوی انظر شاہ میں ایک گفتگو موجودہ صورتحال کو ختم کرنے کے سلسلہ میں چل رہی ہے علی الصباح ناظم مجلس تعلیمی نے ایک مسودہ مجھے دکھلایا جس پر مولوی انظرشاہ اور

اور مولوی وحید الزماں صاحب کے دستخط تھے، اور اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے کچھ سفارشات پیش کی گئی تھیں، اس کے مطالعہ سے محسوس ہوا کہ وقارِ دارالعلوم کے معیار سے تمام دفعات من وعن ماننے کے قابل نہیں بلکہ کچھ متعدد دفعات ترمیم طلب ہیں یہ تحریر سنی گئی۔

حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کا تعزیتی جلسہ

رفقاء کار کے مشورے کے بعد میں وہ ترمیمات مرتب کر ہی رہا تھا کہ اسی تاریخ میں حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر المدرسین کا سانحۂ وفات پیش آگیا اور ترمیمات کی ترتیب کا کام اضطراری طور پر پورا نہ ہو سکا مرحوم کے لئے ایصال ثواب اور ختم کا انتظام منجانب دارالعلوم صبح کو کر دیا گیا تھا جس میں احقر نے ایک تعزیتی تقریر کی، یہاں دارالعلوم کی صوبائی انجمنوں کا معمول ہے کہ جب کسی کے ضلع یا صوبہ کی بڑی شخصیت کا حادثۂ رحلت پیش آتا ہے تو اس ضلع یا صوبہ کی انجمن جلسۂ تعزیت کے لئے اقدام کرتی ہے چنانچہ مرادآباد کے طلبہ کی انجمن نے جلسۂ تعزیت کا اعلان کیا اور مجھ سے باقاعدہ اس جلسہ کی اجازت لی بلکہ شرکت کی بھی درخواست کی مگر میں نے عذر کیا، اس جلسہ میں مولانا محمد حسین صاحب بہاری مولانا مفتی نظام الدین صاحب مولانا انظر شاہ صاحب، مولانا سالم صاحب اور دوسرے اساتذہ بھی مدعو تھے یہ مرادآبادی اور الہ آبادی طلبہ ہنگامہ پسند طلبہ کے یہاں شروع ہی سے ناپسندیدہ رہے تھے اور محض اس لئے کہ

یہ طلبہ دارالعلوم کے حامی ہیں اس لئے مرادآبادی طلبہ نے جونہی اپنے جلسہ کا اعلان دارالعلوم کے بلیک بورڈ پر کیا جو اس مقصد کے لئے بنا دیا گیا تھا کہ سابق میں طلبہ اپنے اعلانات دیواروں پر چسپاں کر دیتے تھے جس سے دارالعلوم کی دیواریں بدزیب دکھائی دیتی تھیں اس بلیک بورڈ پر اعلان آنے کے ساتھ ہی ظہر اور عصر کے درمیان عثمان انبہٹوی ایک مخرج طالب علم جو اپنے مزاج و کردار کے اعتبار سے انتہائی سرکش اور متمرد واقع ہوا ہے اور جس نے اسی دوران تعلیمات و دار الاقامہ کے دفتر میں پہونچکر بعض ضروری ریکارڈ محرروں کے ہاتھ سے زبردستی چھینے بھی ہیں جس کیوجہ سے دفتری کارروائی معطل ہو گئی، اور یہ مولانا وحیدالزماں کی سرپرستی اور نگرانی میں رہتا ہے اسکے ساتھ شفیق الرحمٰن میرٹھی بھی تھا جو اس نام نہاد جمعیۃ الطلبہ کا ناظم بھی ہے اور مخرج بھی ہے، بلیک بورڈ پر آیا اور مرادآبادی طلبہ سے اسپر الجھنے لگا کہ تم نے بلیک بورڈ پر کیوں اعلان کیا ہے یہ تو جمعیۃ الطلبہ کی چیز ہے گفتگو تیز و تند ہوئی تو ایک طالب علم اجمل بنگلہ دیشی نے مولانا وحیدالزماں کو اُن کے رہائشی کمرہ واقع اندرون دار جدید یہ خبر پہونچائی کہ عثمان کو جان سے مار دیا گیا ہے۔ یہ ایسی ہی بے بنیاد خبر تھی جیساکہ ۲۵ رجب کے موقعہ پر قتل و غارت کی خبریں گھڑ گھڑ کر پھیلائی گئیں تھیں۔ مولانا وحیدالزماں صاحب غضبناک ہو کر باہر نکل آئے۔ اور اُنھوں نے اُن مرادآبادی طلبہ کو روک کر جو وہاں موجود تھے ڈانٹا ڈپٹا اور دھکا دیتے ہوئے کبھی اِدھر لیجاتے کبھی اُدھر لیجاتے تھے اور یہ بھی کہا کہ تمہارے کمرہ میں ہتھیار ریوالور ہے چلو میں تمہاری تلاشی لونگا

یہ سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ اچانک ان کی نظر عثمان انبہٹوی پر پڑی جسے انھوں نے صرف زندہ وسلامت بلکہ بعافیت پایا تو وہ کچھ اپنے اس عاجلانہ اور غضبناک اقدام پر محجوب سے ہوگئے مگر اس کے باوجود وہ مراد آبادیوں کے کمرے میں تلاشی لینے پہنچ گئے تو مراد آبادی طلبہ نے وہاں ان کو صورت حال بتائی اور اپنی مظلومیت اور عثمان وغیرہ کا متشددانہ واقعہ بیان کیا تو موصوف سُننے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے کہ مراد آبادی طلبہ واقعی مظلوم ہیں اس وقت اُنھوں نے مراد آبادی طلبہ سے اپنے طرز عمل کی معذرت کی بلکہ یہ بھی اعلان کر دیا کہ ان کا جلسۂ تعزیت ہوگا، اور تمام طلبہ کو اس میں شریک ہونا چاہیئے۔

جلسۂ تعزیت کو درہم برہم کرنے کی سازش اور دارالعلوم کے طلبہ کی مڈبھیڑ، چھپے بازی اور ہولناک ہنگامہ

پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا صورت حال پیش آئی ہے مغرب کی اذان سے کچھ پہلے ایک مراد آبادی طالب علم کو اپنے کمرہ پر بلایا اور چلّا کر کہا کہ تمہارا یہ جلسۂ تعزیت سازشی جلسہ ہے اور مولوی انظر شاہ اور مولوی سالم صاحب کو اس میں مدعو کرنا سازش در سازش ہے اس لئے تمہارا یہ جلسہ نہیں ہوسکتا مراد آبادی طلبہ نے اس پر یہ کہا کہ حضرت ہم اس جلسہ کی اجازت مہتمم صاحب

سے لے چکے ہیں تو مولوی وحیدالزماں صاحب نے یہ کہا کہ اس وقت دارالعلوم میں کسی کا حکم نہیں چل سکتا صرف میرا ہی حکم چلے گا، تمہیں مجھ سے اجازت لینی چاہیئے تھی، طالب علم نے عرض کیا کہ پھر آپ بھی ہمارے جلسہ میں شرکت فرمائیں حضرت مولانا فخرالحسن صاحب آپکے بھی تو اُستاد تھے، تو مولانا نے کہا کہ میں تمہارے جلسہ میں شریک نہیں ہونگا، مغرب بعد مرادآبادیوں کا جلسہ شروع ہو گیا جسمیں کچھ اساتذہ پہونچگئے مگر مولوی انظرشاہ اور مولوی سالم صاحب کے پاس دو طالب علموں کی معرفت مولوی وحیدالزماں نے یہ پیغام پہونچایا کہ آپ دونوں جلسہ میں شرکت نہ کریں ورنہ متوقع مفاہمت کی گفتگو کو نقصان پہونچے گا۔ اس روز مولوی سالم صاحب کو تو تنفس کا عارضہ لاحق تھا اُنھوں نے تو پہلے ہی اس عارضہ کیوجہ سے جلسہ میں شرکت سے معذوری ظاہر کردی تھی لیکن مولوی انظرشاہ نے مولوی وحیدالزماں صاحب کے فرستادہ طالب علموں کو یہ جواب دیا کہ اگر میری شرکت سے مفاہمت کو نقصان پہونچتا ہے تو مفاہمت دارالعلوم کے لئے عزیز تر ہے اس لئے میں اس جلسہ میں شرکت نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ جلسہ میں نہیں گئے، ٹھیک اسی وقت مولوی وحیدالزماں صاحب نے دار جدید میں اپنے جلسہ کا اعلان کرادیا اور تقریر بھی شروع کردی اس لئے بیک وقت یہ دو جلسے شروع ہو گئے، فوقانی دارالحدیث میں مرادآبادیوں کے طلبہ کا جلسۂ تعزیت اور دارجدید میں مولوی وحیدالزماں صاحب کا بلایا ہوا جلسہ۔ مرادآبادیوں کا جلسہ بالائی دارالحدیث میں پُرسکون ماحول میں ہو رہا تھا کہ کچھ مخرج طلباء اوپر کے جلسہ میں پہونچے اور فقرے بازی شروع کردی خصوصاً مولوی بدرالحسن صاحب کی تقریر میں بیحد شور و غل شروع کر دیا۔ اور ایک دوسرے کو اس طرح دھکے دینا شروع کئے کہ سامعین ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے تاکہ جلسہ درہم برہم ہو جائے اسی دم نام نہاد

جمعیۃ الطلبہ کے ذمہ دار بھی اس جلسہ میں پہونچ گئے یہاں طاہر الاسلام دیوبندی متعلم سال چہارم جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند بھی موجود تھا اور عرفان میرٹھی بھی موجود تھا جو جامعہ طبیہ کا سابق طالب علم تھا جس کا چند سال قبل اخراج ہوچکا تھا وہ اپنے داخلہ کے سلسلہ میں آیا ہوا تھا وہ بھی جلسہ میں موجود تھا مخرج طلبا نے پہونچکر جو ہنگامہ برپا کیا اس کے پیش نظر صورتحال کی نزاکت محسوس کر کے مفتی نظام الدین صاحب نے جو جلسۂ تعزیت میں موجود تھے جلسہ کے ختم کا اعلان کر دیا لوگ جلسے سے اٹھنے لگے تو جمعیۃ الطلبہ کے کارکنوں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت دی کہ دارالعلوم کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں اور لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کیا کہ تمام کارکنان جمعیۃ الطلبہ اپنی اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گئے۔ اس طرح دارالعلوم کو بند کر کے طاہر الاسلام کا تعاقب شروع کر دیا گیا، طاہر اپنی جان بچانے کے لئے دارالعلوم کے ہر دروازے کی جانب دوڑتا رہا، لیکن دروازے پہلے سے مقفل تھے، وہ احاطۂ باغ سے بھاگ کر اس دروازے کی جانب جانا چاہتا تھا جو مولوی عزیز احمد صاحب فیض آبادی استاذ دارالعلوم کے مکان کے قریب مدنی گیٹ کی جانب کھلتا ہے، مگر چونکہ وہ بھاگتے بھاگتے بیجان ہوگیا تھا، اس لئے احاطۂ باغ ہیں ولی ٹونکی صدر نام نہاد جمعیۃ الطلبا، عبدالسمیع گونڈوی اور شفیق میرٹھی نے گھیر کر اسے قبضہ میں کر لیا، اور عثمان انبہٹوی نے ایک نہایت کاری زخم چاقو سے لگایا اور چاقو زنی پر ہی بس نہیں کی بلکہ چاقو کو اندر گھمایا جس سے اس زخمی طالب علم کا پھیپھڑا بھی متاثر ہوا، زخم اتنا گہرا تھا کہ دیوبند کے سرکاری اسپتال نے علاج سے انکار کر دیا تو زخمی کو راتوں رات سہارنپور منتقل کیا گیا۔

وہاں کی فرسٹ ایڈ کے بعد زخم کی شدت کی بنا پر بمشورہ ذمہ دار ڈاکٹر ان ہسپتال سہارنپور سے میرٹھ ہسپتال میں منتقل کیا گیا سرکاری رپورٹیں کاری زخم کی شدت کے بارے میں موجود ہیں یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ یہ بات بھی کان میں پڑی کہ مخرجین کے کچھ خاص پشت پناہ لوگوں نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ کسی طرح طاہر الاسلام کے میڈیکل معائنہ کو بدلوا دیا جائے۔ ــــــــــ، طاہر الاسلام زخمی ہو کر پھر دارالحدیث کی جانب دوڑا۔ اور بچاؤ بچاؤ کی آواز لگاتا ہوا یہاں تک پہنچا مراد آباد کے طلبہ ابھی اوپر دارالحدیث سے اپنا وہ سامان سمیٹ رہے تھے جو جلسے کے لئے وہ لے گئے تھے، جیسے تخت پر بچھانے کی دریاں اور چادریں وغیرہ تو طاہر وہاں تک پہونچ گیا مگر جاتے ہی بیہوش ہو گیا۔ اس کا کرتا پھٹ کر ختم ہو چکا تھا۔ بنیان بھی تار تار ہو رہا تھا۔ مراد آبادی طالب علم بشمول عرفان میرٹھی اس غیر متوقع حادثہ میں حیران و پریشان ہو کر طاہر کے ارد گرد جمع ہو گئے تو طلبہ کا ایک ریلا مخرج طلبہ کی قیادت میں وہاں بھی پہونچ گیا۔ اور اب انھوں نے عرفان میرٹھی اور عبدالحفیظ مراد آبادی کو گھیر لیا۔ ان دونوں کو کافی مارا پیٹا اور پورے دارالعلوم میں انھیں دوڑایا انھوں نے دیواروں پر سے کود کود کر اپنی جان بچائی۔

اسی دوران ولی ٹونکی صدر جمعیۃ الطلبہ بار بار اعلان کرتا رہا کہ جو کچھ کرنا ہے ابھی کر لو۔ پھر ایسا موقعہ کبھی ہاتھ نہ آئے گا، مولوی وحید الزماں صاحب بھی وہاں اس وقت موجود تھے۔ اور یہ ظالمانہ کارروائی ان کی موجودگی میں ہو رہی تھی۔

دارالعلوم پر شورش پسندوں کا مولانا وحید الزماں کی سرپرستی میں رات بھر قبضہ ۔

انتظامیہ اور نظماء دارالاقامہ کو جب اس حادثہ کی اطلاع ملی تو وہ فوراً ہی دارالعلوم کی طرف دوڑے مگر صدر دروازہ اور تمام دروازے مقفل تھے، صورتِ حال اس حادثہ سے اور نازک ہو گئی کہ کچھ شہری بھی اندر موجود تھے، اور باہر اُن کے عزیز و اقارب صدر گیٹ پر تھے۔ اندر جا نہیں سکتے تھے کہ دروازے بند تھے اس وقت ذمہ داران دارالاقامہ نے بڑی مشکل سے مولوی وحید الزماں صاحب کو بلوایا اور، بجانب کتب خانہ جو جنگلے دار بڑا دروازہ ہے وہ بھی اندر سے بند تھا، لیکن لوہے کا جالی دار جنگلہ ہونے کی وجہ سے گفتگو کا امکان تھا۔ وہیں ذمہ دارانِ دارالعلوم کی مولوی وحید الزماں سے گفتگو ہوئی، تو مولوی وحید الزماں نے طلبہ کی مظلومیت اور شہریوں کے ظلم وستم کی فرضی داستانیں شروع کیں اور دارالعلوم کو مقفل کرنے کی وجہ شہریوں سے حملہ کے متوقع ہونے کو بیان کیا

پولیس کی آمد

اس واقعہ کی اطلاع پولیس کو پہونچی اور پولیس بھی بروقت پہونچ گئی ذمہ داران دارالاقامہ نے مولوی وحید الزماں سے کہا کہ شہریوں کے حملہ وغیرہ کا

منصوبہ محض فرضی ہے انکا ایساارادہ قطعاً نہیں ہے، آپ صدر گیٹ کی کھڑکی کھول کر محصور شہریوں کو باہر نکالیں، اس اطمینان دلانے پر مولوی صاحب نے کھڑکی کھلوادی اور گھرے ہوئے شہری باہر نکلنا شروع ہوگئے۔ لیکن ذمہ داران دارالاقامہ اور پولیس نے باہر سے شہریوں کو اندر نہیں جانے نہیں دیا۔

طاہرالاسلام کی مخدوش حالت

اِدھر طاہرالاسلام کا خون کافی نکل چکا تھا۔ اور وہ بیہوش تھا۔ اب ادھر تو دارالعلوم کا احاطہ بند اور اوپر سے طلبہ کا سنگدلانہ اقدام جو خود دارالعلوم کے لئے شدید رسوائی، بدنامی اور بے وقاری کا باعث تھا، اسپر مستزادیہ قساوت کہ زخمی کے لئے انھوں نے ابتداء میں فرسٹ ایڈ تک کا بھی موقعہ نہ دیا۔ مرادآبادی طلبہ اسے باہر منتقل کرنا چاہتے تھے، لیکن عرفان میرٹھی اور عبدالحفیظ مرادآبادی کے تعاقب کی وجہ سے وہ خود پریشان اور افراتفری میں مبتلا کر دیئے گئے۔ اُدھران مفسد طلبہ نے طاہرالاسلام کو مردہ سمجھکر مدنی گیٹ سے باہر لا ڈالا۔ جیسے لاش پھینکدی جاتی ہے۔ اُس وقت مرادآبادی طلبہ نے ڈاکٹر محمد شمیم صاحب استاد جامعہ طبیہ دارالعلوم کو معائنہ کے لئے بلایا۔ انھوں نے زخم کے کاری ہونے کی بناء پر فوراً ہسپتال منتقل کرنے کا مشورہ دیا۔ جبراً سے قصبہ کے ہسپتال میں پہونچایا گیا۔ مگر زخم اتنا گہرا تھا کہ اس ہسپتال کے ڈاکٹر نے علاج سے معذوری ظاہر کی، تو اُسے سہارنپور کے ہسپتال میں پہونچایا گیا۔ مگر زخم

کی گہرائی اتنی تھی کہ اُن کے پاس زخم کے صاف کرنے کے آلات نہ تھے۔ تو اس زخمی کو میرٹھ کے میڈیکل ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ اور وہاں اس کا علاج شروع ہوا، شروع شروع میں اس کی حالت نازک رہی جس کی خبریں نکلتی رہیں لیکن مسلسل علاج کے بعد وہ خطرہ سے باہر ہو گیا۔

مولانا وحیدالزماں کی طلبہ کو پولیس کیجانب سے یقین دہانی

اس پورے حملہ کے دوران مولوی وحیدالزماں صاحب بدستور دارالحدیث میں موجود رہے۔ اور یہ بھی سُننے میں آیا کہ طلبا سے بار بار کہتے رہے کہ پولیس ہرگز تمہاری راہ میں مزاحم نہ ہوگی۔ اُس نے ہمیں اطمینان دلا دیا ہے بلکہ موصوف اس سے پہلے بھی بار ہا طلبا کو پولیس کیجانب سے عدم مداخلت کا اطمینان دلا چکے تھے۔ اس کی بھی شہادت موجود ہے کہ عثمان انبہٹوی جو مولوی وحیدالزماں صاحب ہی کے قریب رہتا ہے۔ وہ طاہرالاسلام کو زخمی کرنے کے لئے چھری مولوی صاحب موصوف ہی کے کمرہ سے لایا تھا۔ یہ اُن طلباء نے دیکھا اور اُس کی شہادت دی جو حادثہ کے وقت اندرون دارالعلوم موجود تھے، علی الصباح پولیس حکام حادثہ کی خبر سُنکر آگئے، ان میں کلکٹر ضلع بھی تھے۔ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی۔ یہ مجھ سے ملے اور مولوی وحیدالزماں صاحب سے بھی، مگر واعظانہ انداز سے اسکی بھی خواہش

ظاہر کرتے رہے کہ واقعہ اگرچہ بہت سنگین ہے، تاہم کسی باہمی سمجھوتہ سے صورتِ حال کی ابتری کو ختم کیا جائے۔

مولانا انظر شاہ اور مولانا وحید الزماں کی گفتگو کی بنیاد پر اُن کی پیش کردہ تجاویز۔

ادھر ناظم مجلس تعلیمی اور مولوی وحید الزماں کی گفتگو چل رہی تھی جس کے بعد ان دونوں صاحبوں کی دستخطی تحریر مفاہمت آگئی اس پر ترمیمات کے لئے میرا غور و فکر جاری تھا لیکن حضرت مولانا فخر الحسن صاحب کی اچانک وفات سے ترمیمات کی ترتیب کا کام رُک گیا۔ بلکہ ترمیمات کا یہ مسودہ اب اس وجہ سے بھی ایک نئے غور و فکر کا طالب ہو گیا۔ طاہر الاسلام کے واقعہ کے نتیجہ میں شہر میں بھی ایک غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اور خود مفسد اور مخرج طلبہ کی یہ تمادت انتظامیہ کے لئے بھی توجہ طلب بن گئی جس سے مفاہمت بظاہر ختم سی ہوتی نظر آئی۔ لیکن پھر بھی اس خیال سے کہ فتنہ کسی طرح ختم ہو۔ ترمیمات کا از سر نو جائزہ لیکر اور مولوی وحید الزماں کو بُلا کر اُن کے حوالے کر دیا گیا۔ جس پر اُنھوں نے اپنی قبولیت کے دستخط بھی کر دیئے۔ اس مسودہ کی دفعات میں سے ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ مخرج طلبہ کو دیوبند سے نکالنے کے ذمہ دار مولوی وحید الزماں ہوں گے۔ گو ان طلبہ کا تمرّد اور سرکشی بار بار سامنے آ رہی تھی لیکن میں اور میرے رفقاء کار نے غیر فارغ مخرج طلبہ کے لئے یہ نرم گوشہ پھر بھی

باقی رکھا کہ اگر وہ سلامت روی کا مظاہرہ کریں گے اور انتظامیہ مطمئن ہوگی۔ تو اُن کا داخلہ ہو سکتا ہے۔ اس دفعہ میں کسی مدّت کی تعین اسی لئے نہیں کی گئی تھی۔ البتہ یہ پیش نظر تھا کہ امتحان سہ ماہی سے پہلے پہلے اُن کے مسئلہ پر ہمدردانہ غور کیا جا سکے۔ تاکہ یہ ۷۵ فیصدی کے ضابطہ میں نہ آ سکیں۔

شورش پسند طلبہ کا عذر گناہ بدتر از گناہ

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان مخرج اور فساد انگیز طلباء نے ایک مجھے ایک تحریر دی جس پر عذر گناہ بدتر از گناہ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے یہ تأثر دیا گیا تھا کہ ہم بے قصور اور مظلوم ہیں (گویا انتظامیہ ظالم ہے) اس لئے ہمیں داخلہ دیا جائے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ:-

مولوی عبدالحق صاحب کی بارات کے ہنگامے کو ہنگامہ غلط طور پر کہا جا رہا ہے، اس بارات کے موقع پر جو منکرات دیکھنے میں آئے، اُن پر اکابر نے مجرمانہ خاموشی اختیار کی تو ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جذبہ سے بیقرار ہو کر یہ ہلّا بولا اور یہ اقدام کیا، جسے ہنگامہ کہا جا رہا ہے، یہ تحریر اگرچہ مایوس کن تھی۔ اور ان کی مفسدانہ ذہنیت کی مکمل آئینہ دار تھی، تاہم میں نے جو جواب اُن کو دیا اس کا لب و لہجہ نصف نرم اور برادرانہ تھا بلکہ آئندہ کی اُمید کے اشارے بھی اس میں رکھے گئے، شرط البتہ یہ تھی کہ وہ مدرسے کے کمرے خالی کر دیں اور فرضی جمعیۃ الطلبہ کو ختم کر دیا جائے۔ ان مخرجین نے اس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ بلکہ سکوت اس کا جواب تھا۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ تحریر اُنھوں نے اپنے

قائدین کو دکھلائی ہے جس پر مولوی وحیدالزماں صاحب نے وہ ذکر کردہ تحریر لکھی جس میں ترمیمی شرائط ثبت کی گئیں۔

مفاہمتی تحریر پر مخرج طلبہ کا ردِ عمل

مولوی صاحب موصوف نے اپنی تحریر کردہ مفاہمت اور اس میں کی گئیں شرائط یا ترمیمات کی بعض دفعات پر تو مکمل عمل کیا لیکن مخرج طلبہ کو دیوبند سے علیحدہ کرنے کی صورت انھوں نے اس طرح اختیار کی کہ طلباء سے کہا تم چند روز کے لئے دیوبند سے چلے جاؤ۔ پھر تمہارا داخلہ ہو جائے گا۔ ان میں سے کچھ دیوبند سے چلے گئے، اور کچھ یہیں رہ گئے، اور جو گئے وہ بھی اپنی سیٹوں اور کمروں میں تالے لگا گئے، دارالاقامہ نے ان کی سیٹوں کی تقسیم کی اور عثمان انبہٹوی کا کمرہ کھول کر اس کا سامان دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ تو عثمان نے جیل سے واپس ہو کر اپنے کمرہ سے مدرسہ کا قفل کھول کر اپنا تالا لگا دیا اور پھر بدستور اپنا قبضہ جمالیا۔ اور یہ دھمکی بھی دی کہ میں دیکھتا ہوں کون میرا کمرہ کس کو دیتا ہے۔

اس وقت بھی مخرجین کی ایک تعداد دیوبند میں موجود ہے۔ عثمان ولی۔ شفیق خاص طور پر برابر مفسدانہ حرکات میں لگے ہوئے ہیں۔ عام طلبہ کے اذہان کو انتظامیہ کے خلاف خراب کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا یہ مشن برابر جاری رہے گا جب تک کہ ہمارے مقاصد پورے نہیں ہو جائیں گے۔ طاہرالاسلام کی، پولیس رپورٹ پر یہ چند طلبہ گرفتار ہوئے۔

لیکن ضمانت پر رہا ہو کر سیدھے دیوبند ہی پہونچ گئے اور طلبہ کے ایک گروہ سے اُن کا باقاعدہ استقبال کرایا گیا۔ استقبالیہ جلسہ میں ولی ٹونکی صدر نام نہاد جمعیۃ الطلبہ نے تقریر کرتے ہوئے واضح اعلان کیا کہ مولوی وحید الزماں صاحب کی کی ہوئی مفاہمت کے ہم پابند نہیں ہیں۔ ہمارا مشن جمعیۃ الطلبہ کے نام کرنے کا بدستور جاری رہے گا۔ ہم اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے اپنی کوششوں کو جاری رکھیں گے۔ نیز استقبالیہ میں شریک ہونے والے طلبہ سے کہا کہ ابھی تو آپ امن سے رہیئے لیکن ہم وقت ضرورت جب آپ کو پکاریں گے تو آپ سب کو باہر نکل آنا ہوگا۔ اس پر موجود طلبہ نے بغاوت و خروج کی تائید کا معاہدہ کیا۔ مولوی وحید الزماں صاحب سے انظر شاہ صاحب کا جو معاہدہ ہوا تھا میں نے اُس کی اشاعت کو غیر ضروری سمجھا تھا۔ بلکہ میں اس حسنِ ظن میں تھا کہ اس مفاہمت کے بعد صورت حال میں بہتری اور درستگی پیدا ہوگی۔

اس مفاہمت کی غلط تعبیر

مگر مجھے یہ دیکھکر بڑا قلق ہوا کہ اگلے ہی روز اخبار الجمعیۃ نے اس دو نفری معاہدہ کو مصالحت کا عنوان دے کر خبر شائع کر دی۔ اور اس اشاعت میں مولوی محمد سالم صاحب کے متعلق یہ خبر بھی شائع کر دی کہ وہ ظالم تو دارالعلوم میں پی۔ اے۔ سی کو لانے کے لئے بے قرار تھا۔ لیکن اس مفاہمت نے اس کی اس تمنا پر پانی پھیر دیا۔ پھر اس سے اگلی اشاعت میں اس معاہدہ کا پورا مسودہ شائع کر دیا اور ساتھ ہی اخباری پروپیگنڈے

کو ختم کرنے کے بجائے اس مفاہمت کے بعد اخبار الجمعیۃ کے ذریعہ الزام تراشی، افترا پردازی کی فضا کو استوار رکھنے کا اور زیادہ انتظام کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ بزرگان مرحومین کو بھی جن کی وفات پر نصف صدی گذر چکی ہے ہدف ملامت بنایا گیا۔

مولوی محمد سالم کے خلاف منصوبہ بند پروپیگنڈہ

یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ مولوی محمد سالم صاحب کو منصوبہ بند طور پر مسلسل بدنام کرنے کا ایک منصوبہ قائم ہے۔ اور اُن پر ناروا، گمراہ کن الزامات عائد کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ طلباء ہیں وہ معتوب اور مغضوب ہو جائیں۔ جو ابتک اس دھبّہ سے قطعاً بَری تھے، بلکہ طلباء انھیں احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے معاملات اُن ہی کے ذریعہ سُلجھاتے تھے۔ مگر طلباء کو سمجھایا جا رہا ہے کہ یہی سب سے بڑے ظالم ہیں، جنکی ظالمانہ چھری تمہیں ذبح کر رہی ہے، یہی نہیں بلکہ اہتمام کے ساتھ جو بھی ان الم انگیز حالات میں سرگرم عمل ہیں۔ اُن سب کے خلاف طلباء ہیں مفسدانہ خیالات و رُجحانات کاشت کئے جا رہے ہیں۔

اہلِ شہر کی دار العلوم سے ہمدردی اور تعاون

یہاں یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ اہلِ شہر نے چونکہ دار العلوم کے ساتھ ان معاملات میں انتہائی طور پر ہمدردانہ روش اور تعاون کو قائم رکھا اور دار العلوم سے اپنی پوری دلچسپی اور گہرے تعلق کے ساتھ صورتحال کی سنگینی کو وہ محسوس کرتے رہے اس لئے جب یہ مفاہمت کا معاملہ ہوا تو میں نے ضروری سمجھا کہ جن محسنین نے نازک حالات میں ادارہ کی مدد کی ہے انھیں ان نئے حالات سے بے خبر رکھنا مناسب نہیں ـــــ ورنہ اُنھیں یہ شکوہ ہو سکتا ہے کہ بصورت نزاع تو ہمیں یاد کیا گیا اور بصورت مفاہمت ہمیں الگ تھلگ اور بے خبر رکھا گیا۔ اس کے لئے میں نے ذمہ داران شہر کی ایک مٹنگ اپنے مکان پر بلائی۔ اور اُنھیں ان نئے حالات کی اطلاع دی۔

مولانا اسعد مدنی کی سوئے تعبیر

مولوی اسعد صاحب نے بھی کسی سفر سے دیوبند میں پہونچ کر جواباً میٹنگ اپنی مسجد میں بلائی اور معاملہ کو صلح حدیبیہ سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ اس وقت اگرچہ کچھ جھک کر ہم نے مصالحت کر لی ہے لیکن آئندہ

یہ ہمارے لئے فتح مبین ثابت ہوگی۔ جسے خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیا مقاصد ہیں جو اس فتح مبین سے حاصل کئے جائیں گے۔ اور اس صلح حدیبیہ میں میں کونسا گروہ مومنین قانتین ہے اور کونسا معاندین اسلام سے مشابہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کفار مکہ نے تو معاہدہ کا احترام کیا تھا۔ لیکن اربابِ دارالعلوم اس معاہدے کا اتنا بھی احترام نہ کر سکے اور یہ نیک یا معنی خیز پیشین گوئی بھی فرمائی کہ آئندہ دارالعلوم میں جو ہنگامے ہوں گے تو پھر انتظامیہ ان کی ذمہ داری کس پر رکھے گا۔ اس تقریر کا تذکرہ اس لئے ضروری تھا کہ پیش آنے والے حالات میں اس تقریر کا سامنے رکھنا ضروری ہے۔

مخرجین طلبہ کی دیوبند میں رہ کر فتنہ انگیزی

ولی ٹونکی نام نہاد جمعیتہ الطلبہ کا صدر انہی کی مسجد میں مقیم ہے اور اب طلبہ کے جلسے اسی مسجد ہی میں ہوتے ہیں۔ حالانکہ جو مفاہمت ہوئی تھی اس میں یہ بھی دفعہ تھی کہ طلبہ بیرون دارالعلوم کوئی جلسہ کرنیکے مجاز نہ ہوں گے۔

جس دن تعلیم کا آغاز کرنا تھا اس سے ایک روز پہلے میں نے طلبہ سے ایک تفصیلی خطاب کیا اور انھیں پڑھنے پڑھانے میں کامل توجہ ہنگاموں سے یکسوئی اور لایعنی مشاغل سے پرہیز کی تلقین کی۔ جس کا اثر اچھا پڑا۔

مولوی ریاست علی مدرس دارالعلوم کے قلم سے مہتمم اور مدرسین کی ہجو

لیکن میں تو تقریر میں مشغول تھا ٹھیک اُسی وقت امتیاز مدھوبنی نامی ایک طالب علم ایک نظم تقسیم کر رہا تھا جو ریکارڈ دارالعلوم میں محفوظ ہے۔ اور برائے مطالعہ پیش کیجارہی ہے۔ اس میں مجھ پر اور بعض اکابر اساتذہ پر جس دریدہ دہنی کے اشعار لکھے گئے ہیں۔ وہ واقعی ادب وتہذیب سے بیگانہ تھے موثوق طریق سے علم ہوا ہے کہ اشعار مولوی ریاست علی صاحب اُستاذ دارالعلوم کے لکھے ہوئے ہیں اور حکیم محمد معروف دیوبندی کے قلم سے ان کی کتابت ہوئی ہے، جو مولوی وحیدالزماں صاحب کے پروردہ ہیں۔ اور اُن کی نصرت کے لئے کئی بار میرے پاس شہر کے وفود لیکر تشریف لا چکے ہیں، امتیاز مدھوبنی کو اس گستاخانہ اور نازیبا حرکت کا صلہ مولوی وحیدالزماں صاحب کے یہاں سے یہ مِلا کہ طالب علم مذکور نے تکمیل ادب کے داخلے کا امتحان مولوی صاحب موصوف کو دیا۔ ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۰ھ کو مولوی صاحب نے اس کا نتیجہ تعلیمات میں داخل کیا جو مفروضہ نمبروں کی قلت کی وجہ سے داخلہ کے لئے مانع تھا، چنانچہ ۱۸ ذی قعدہ کو اس فارم کی کارروائی مکمل ہوگئی اور طالب علم کو اطلاع دیدی گئی۔ کہ داخلہ نہیں ہوسکتا۔

مولانا وحید الزماں کی دیانت وانصاف!

۲۰ ذی قعدہ کو میری تقریر ہوئی۔ اور اسی دن مولوی صاحب موصوف نے اس کا فارم داخلہ تعلیمات سے دوبارہ بلا اطلاع ناظم مجلس تعلیمی محرر تعلیمات سے طلب کیا اور طالب علم کا پہلا نتیجہ کاٹ کر دوسرا نتیجہ کامیابی کا درج کر دیا۔ جس پر ہم سب حیرت زدہ تھے کہ مولوی وحید الزماں خود کو انتہائی اصول پسند اور صاف گو بتلاتے رہتے ہیں، لیکن گستاخ مگر اپنے مقصد کے لئے مفید طلباء کی ناجائز امداد میں انھیں کوئی پس وپیش نہ ہوا۔ نہ اعلان کردہ دیانت سامنے رہی نہ اصول پسندی۔ اسی طرح تخصیص برائے ادب عربی کا حق انتخاب بھی مولوی وحید الزماں صاحب ہی کو رہا ہے اس سال بھی انھوں نے ہی یہ انتخاب کر کے بھیجا تو اس میں ایک طالب علم ریاض چمپارنی کا بھی انتخاب کیا جو اس وقت دارالعلوم کے موقف کو تباہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے۔

شرمناک پوسٹر بازی

جس دن میری اصلاحی تقریر ہوئی اسی شب میں ایک قلمی پوسٹر میری تقریر پر بطور تبصرہ لکھکر دارالعلوم میں چسپاں کیا گیا جس میں مجھ پر قرآن مجید میں تحریف کا الزام لگاتے ہوئے مجھے احبار یہود سے تشبیہ دی گئی جیسا کہ سابق میں بعض کارکنان اجلاس کے لئے غنڈوں کا لفظ استعمال

فرمایا گیا تھا اور اُسے شائع بھی کر دیا گیا۔ اور شعبۂ تعلیمات میں اس کی متعدد کاپیاں یہ کہکر پہونچائی گئی کہ یہ اساتذہ کو پہونچا دی جائیں۔ یہ بھی ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ اس کے شواہد بھی ملتے ہیں کہ یہ مولوی ریاست علی صاحب کا لکھا ہوا ہے، درحالیکہ اہتمام کی طرف سے جواب طلب تحریر کے جواب میں وہ یہی ظاہر فرمارہے ہیں کہ ہوں تو میں اُدھر ہی کا مگر نظم کا احترام اطاعت کے ساتھ کروں گا۔

مقامی اخبارات میں دارالعلوم کے خلاف مسلسل مضامین اور مہتمم پر ذاتی حملے

چراغِ حرم مقامی جریدہ جو فخرج طلباء اور متوازی تنظیم کا زبردست حامی ہے۔ اُس نے دارالعلوم نمبر نکالا جس میں ایک طویل مضمون بعنوان کھلا مکتوب از نصراللہ خاں بنام مہتمم دارالعلوم بھی شائع ہوا ہے۔ وہ بھی جہاں تک موثق ذرائع کا تعلق ہے۔ مولوی ریاست علی صاحب کا شاہکار ہے۔ مضمون اس قدر دریدہ دہنی کا مظہر ہے کہ مجھ جیسے چھیاسی سالہ بوڑھے کے ذاتی کیرکٹر پر بھی نہایت ہی مکروہ الزمات عائد کئے گئے ہیں۔ جنکا شاید کسی کو بھی یقین نہ آئے گا۔ یہ منجانب اللہ ہے کہ جواب الجواب کے طور پر دوسرے اخبارات دارالعلوم کے موقف کی بھی حمایت میں لکھتے رہے ہیں۔ درحالیکہ اُن کے لکھنے لکھانے میں دارالعلوم کی کسی تحریک اور

خواہش کا دخل نہیں ہے۔ بجز اُن بیانات کے جو ذمہ دارانہ طور پر دارالعلوم کے معاملات سے متعلق وقتاً فوقتاً اشاعت کے لئے دیئے گئے ہیں۔

مخرج طلبہ کی موجودہ مصروفیات

بہرحال اس وقت دارالعلوم کا یہ حال ہے کہ مخرجین کی ایک تعداد یہاں موجود ہے گو اندرون دارالعلوم نہیں مگر وہ جلسے جلوس بھی کر رہے ہیں، اُن کے معاون اساتذہ کا رابطہ بھی اُن سے بدستور قائم ہے۔ عام طلبہ کی ذہنیتوں کو فاسد کرنے کے لئے اُن کی کوششیں جاری ہیں۔

طلبہ کی فلاح وبہبود کیلئے دارالعلوم کے اقدامات

درحالیکہ طلبہ کی واجبی شکایتوں کو دور کرنے کی ہمیشہ کوشش کی گئی ہے اور اب تو اس کے لئے مختلف کمیٹیاں بھی بنادی گئی ہیں جو ان کی شکایتوں کو سنیں اور از خود بھی ان کی تکالیف کا احساس کرکے اونھیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

مثلاً مطبخ میں ایک کمیٹی قائم کردی گئی جس نے کھانے کے نظم پر بڑی حد تک قابو پالیا۔ اس جدید نظم کو بروئے کار لانے کے لئے ۲۵ پچیس ہزار روپے سالانہ کا تخمینہ متوقع ہے۔ فلش پاخانے طلباء نے توڑ ڈالے تھے جو

واقعہ یہ ہے کہ اُن کے لئے موزوں بھی نہ تھے مگر اُن کی دوبارہ مرمت پر چالیس ہزار روپیہ کا تخمینہ آیا ہوا ہے۔ دار جدید کے پورے سائبان میں جزیٹر کی نئی فٹنگ کی جارہی ہے۔ اور اس کے مصارف کا تخمینہ بھی ہزاروں تک آیا ہوا ہے۔

دارالاقامہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ بڑے کمروں میں آٹھ سے زائد طالب علم نہ رکھے جائیں۔ جن کمروں میں مرمت، قلعی، چونہ کی ضرورت ہو دارالاقامہ فوراً اس کی اطلاع دے، ممکن ہے کہ اُس کا بھی تخمینہ آئے جو کافی مقدار کا ہوگا۔

دارالعلوم میں صفائی کے نگران کو ہدایت کی گئی ہے کہ دیواروں کے داغ دھبے مٹائیں گو ان طلبہ کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ صاف ستھری دیواروں کے کونوں پر پان کی پچکاری تک سے بھی نہیں چوکتے جس سے تمام دیواریں اور بالخصوص کونے سرخ رنگ رہتے ہیں، اسی طرح اور بھی اقدامات کئے گئے ہیں۔

طلبہ کے ذہن بگاڑنے کی مسلسل مساعی

مگر میں محسوس کر رہا ہوں کہ طلبا کے اذہان کو جس انداز پر ڈھالا جارہا ہے ان سب مساعی کے باوجود مستقبل میں مجھے کم از کم کسی خیر کی توقع نہیں ہے۔ اسعد بد تہذیبی کا اثر یہ ہے کہ جو اساتذہ دارالعلوم کے موقف کی حمایت علانیہ کرتے رہے وہ اگر طلباء میں سے گزرتے ہیں تو اس ترمیت

کے تربیت یافتہ طلبہ فقرہ بازیاں کرتے ہیں۔ بطور استہزاء کھنکھارتے ہیں۔ اُن کے اسباق اور تدریس کا جب اعلان کیا جاتا ہے۔ اور کیا جا رہا ہے تو بعض اساتذہ کے خلاف بے بنیاد درس کی شکایت کی جا رہی ہے۔ درحالیکہ درس پڑا بھی کچھ عرصہ بھی نہیں گذرا ہے۔ اور یوں بھی وہ پرانے اساتذہ ہیں ظاہر ہے کہ جب بوڑھے اور معمر لوگ بھی ان کی نظروں میں حقیر بلکہ تحریف کنندۂ قرآن دکھلائے جا رہے ہیں۔ تو بعد کے اساتذہ کو تو جو کچھ بھی کہا جائے وہ کم ہے۔ اسی کے ساتھ طلبہ سے ایسی درخواست پر کہ ہم فلاں استاد سے سبق نہیں پڑھیں گے حالانکہ وہ بیس پچیس سال کے مدرس ہیں۔ اور سابق میں اُن کے متعلق کوئی شکایت بھی کبھی نہیں آئی۔ افواہوں کو قصداً پھیلایا جا رہا ہے۔ طلبہ کو مشتعل کرنے کے لئے روزیہ خبر اُڑا دی جاتی ہے کہ اہتمام اور بھی سیکڑوں طلبہ کے لئے فہرست اخراج تیار کر رہا ہے۔ درحالیکہ ذمہ دارانہ اعلانات کے ذریعہ ان افواہوں کی تردید اور ان پر توجہ نہ کرنے کی طرف بار بار توجہ بھی دلائی جا چکی ہے۔

مولانا اسعد مدنی کی قائم کردہ بالمقابل تنظیم فضلاء اور دارالعلوم۔

یہ حال تو ان طلبہ کا اندرون مدرسہ ہے۔ ادھر متوازی تنظیم نے سات مہینے سے مجلس شوریٰ کا انعقاد مشکل کر دیا ہے۔ جب بھی مجلس شوریٰ کا

ارادہ کیا جاتا ہے۔ تو معاً متوازی تنظیم کا اعلان بھی کر دیا جاتا ہے۔ اگر ہم تصادم سے بچنے کے لئے مجلس شوریٰ ملتوی کرتے ہیں تو وہ بھی اپنے جلسہ کے التواء کا اعلان کر دیتے ہیں۔ گویا اندر بھی اور باہر بھی ایک متوازی نظام قائم ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ بیرونی تنظیم دارالعلوم کے مقابلہ کے لئے قائم کی گئی ہے۔ جس کا مقصد بنامِ تنظیم تفریق اور اِفساد ذات البین کے سوا کچھ نہیں ہے، اس کے نیچے جو مقاصد ہوں انھیں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

مولانا وحید الزماں کی گردونواح میں چندہ سازی کی مہم اور دارالعلوم کو چندہ نہ دینے کی تلقین

مظفر نگر سے آئے ہوئے ایک وفد نے دو چار روز پہلے ہی مجھے اطلاع دی کہ جیسے ہی حالیہ مجلس شوریٰ کا اعلان ہوا۔ مولوی وحید الزماں نے مظفر نگر پہنچکر مدرسہ مُرادیہ میں جلسہ کیا اور دارالعلوم کو چندہ دینے کے بجائے خود اپنے اور مخرج طلبہ کیلئے چندہ کی اپیل کی اور لوگوں سے کہا کہ شوریٰ کے وقت میں وہ وفود لیکر مخرج طلبہ کی حمایت اور اُن کے معاون اساتذہ کی نصرت کے لئے پہونچ جائیں مگر اہل مظفر نگر نے عامتہً اس پر دھیان نہیں دیا۔

ان حالات میں میں نے آپ حضرات کو دیوبند تشریف لانے کی زحمت دی ہے، تاکہ آپ حضرات یکسوئی کے ساتھ دارالعلوم کے مفادات کے

تحفظ اور اس کے نظام کی برقراری کے لئے رہنمائی فرمائیں۔ کہ اس دو عملی میں اس نظام کو کس طرح چلایا جائے۔ ہم لوگ اس دوعملی اور ذہنی کشاکش سے کافی متأثر ہیں۔

میری رپورٹ کافی طویل ہوگئی اور صورت حال سامنے لانے کے لئے اس طوالت پر میں مجبور تھا۔ جس میں بادل ناخواستہ کچھ نام بھی لینے پڑے جو عادت کے خلاف ہے، مگر نظام کی ذمہ داری سے مجبور ہوکر جہاں اور امور خلاف طبع برداشت کئے گئے انہی میں یہ بھی شامل ہے۔ بہرحال ان حالات کے ہوتے ہوئے مجلس سے امید ہے کہ وہ تحفظ نظام کے لئے ہم لوگوں کی صحیح رہنمائی کرے گی۔ احقر نے رفقاء کار کے تعاون سے امن و سکون قائم رکھنے کے لئے سعی میں کمی نہیں کی جو ایک حد تک قائم ہوگیا ہے اور فی الحال احاطہ میں کوئی کھلا ہوا خلفشار نہیں ہے۔ مگر میں مطمئن نہیں ہوں۔

محمد طیب

یکم ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ (رشنبہ)